ماہنامہ

اشراق

لاہور

دسمبر ۲۰۲۳ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

”کسی ریاست میں موجود سیاسی، انتظامی، معاشی، سماجی، مذہبی، لسانی، نسلی، فکری اور تہذیبی گروہ سماج کی ان ساری جہتوں کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ دو عناصر جب اس تعامل میں شامل ہو جاتے ہیں تو یہ عمل تعمیری نہیں رہتا، تخریبی بنتا چلا جاتا ہے: ایک عنصر یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بقا کے خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وہ گروہ اپنی بقا کی جنگ لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ جب ریاست کے ادارے سماج میں عمومی انصاف دینے سے تہی دامن ہو جاتے ہیں تو تمام طبقات اعتماد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جس کی لاٹھی، اس کی بھینس کا قانون عملاً نافذ ہو جاتا ہے۔ ہمارا معاشرہ ان دونوں عناصر کا بھی شکار ہے۔ چنانچہ ہر فرد، ہر طبقہ ’تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو‘ کی تصویر بنا ہوا ہے۔“

—— شذرات

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website) please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net

المورد
ادارۂ علم و تحقیق

المورد ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ دارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن و سنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

المورد کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشرو اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن و سنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگیِ قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

---

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

ماہنامہ
اشراق
لاہور

زیر سرپرستی
جاوید احمد غامدی

جلد ۳۵ شمارہ ۱۲ دسمبر ۲۰۲۳ء جمادی الاول ۱۴۴۵ھ

مدیر
طالب محسن

مجلس علمی
ڈاکٹر منیر احمد | محمد رفیع مفتی
طالب محسن | محمد وسیم اختر مفتی
ڈاکٹر عبید الرحمٰن | ڈاکٹر ساجد حمید
ڈاکٹر شہزاد سلیم | آصف افتخار
ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر | خورشید احمد ندیم
اظہار احمد | کوکب شہزاد
جنید حسن | مشفق سلطان

مدیر انتظامی
جواد احمد غامدی

مجلس ادارت
شاہد رضا | نعیم احمد

فہرست

شذرات
پاکستان کا سیاسی کلچر — طالب محسن — ۴

قرآنیات
البیان: الصافات ۳۷: ۱-۷۴ (۱) — جاوید احمد غامدی — ۸

معارف نبوی
بہترین نفل عبادت — حدیث سیل/شاہد رضا — ۱۹

مقالات
قرآن مجید میں اختلاط مرد و زن کے احکام (۴) — ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر — ۳۲

شخصیات
حیات امین احسن (۳) — محمد بلال — ۴۸

سیر و سوانح
مہاجرین حبشہ (۲۶) — محمد وسیم اختر مفتی — ۵۸

اصلاح و دعوت
حب الوطنی یا وطن پرستی — محمد ذکوان ندوی — ۶۵

اشاریہ
اشاریہ ماہنامہ ''اشراق'' ۲۰۲۳ء — نعیم احمد — ۶۸

فی شمارہ 100 روپے سالانہ 1000 روپے رجسٹرڈ 2000 روپے (زر تعاون بذریعہ منی آرڈر) بیرون ملک سالانہ 50 ڈالر

Post Box 5185, Lahore, Pakistan.
www.ghamidi.net, www.javedahmadghamidi.com
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi
http://www.javedahmadghamidi.com/index.php/ishraq

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

طالب محسن

پاکستان کا سیاسی کلچر

پاکستان کے سیاسی کلچر کے عناصر متعدد ہیں۔ قومی ریاست، ۱۹۷۳ء کا دستور، سیاسی پارٹیاں، مقتدر ادارے، سیاسی اقدامات میں مداخلت کی طاقت رکھنے والے مختلف سماجی گروہ، مذہب اور عوام وغیرہ۔ یہ سب کیسے سیاست کے روپ اور بہروپ کی تشکیل کرتے ہیں، اسے سمجھے بغیر کسی تبدیلی کے منصوبے کو نہ ترتیب دیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کامیابی اور ناکامی کے امکانات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com

قومی ریاست کا تصور پاکستان کے وجود میں آنے کی تاریخ کا حاصل ہے۔ انگریز آئے اور انھوں نے بالآخر مسلمانوں کی حکومت ختم کر کے ہندوستان کے راج پر قبضہ کر لیا۔ پھر اپنے نظام کو چلانے کے لیے ریاستی ادارے، تعلیمی ادارے، پولیس، عدلیہ، فوج اور عوام کو شریک کرنے کے لیے مختلف سیاسی پارٹیوں کی تشکیل کی۔ ہندوستان کی تقسیم ہندو مسلم اقتدار کی رسہ کشی کا ایک حل تھا۔ چنانچہ وہ نافذ ہو گیا۔ اس طرح وہ نظام وجود پذیر ہوا جس میں ہم آج بھی جی رہے ہیں۔ اس نظم ریاست کے دو بنیادی کردار ہیں: ایک یہ کہ اس حکمران طبقے کو حکومت کرنے میں یہ تمام نظام مددگار ہو جو انگریزوں کے طرز حکمرانی کی کوکھ سے پیدا ہوا تھا۔ دوسرے عوام کی ضرورتیں اس حد تک پوری ہوں کہ کوئی بڑا ردعمل پیدا نہ ہو۔ غرض یہ کہ بنیادی طور پر یہ کوئی نظریاتی یا مذہبی ریاست نہیں ہے، بلکہ یہ ایک علاقے کے عوام کو ایک قانون کی عمل داری میں رکھنے کا انتظام ہے۔

۱۹۷۳ء کا دستور اسی انتظام کی دستاویز ہے۔ بنیادی طور پر یہ مغرب کے صنعتی انقلاب کی کوکھ سے جنم لینے والے ریاستی انتظام کا چربہ ہے۔ چربہ اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے قانون کی بہت سی دفعات کا تعلق استعماری

نظام سے ہے۔ اور استعماری نظام کی یہ دفعات ہمارے مقتدر طبقات کو بھی سوٹ کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ جوں کی توں قائم ہیں۔ مقصود انھی اقدار کی حفاظت اور اسی قانونی بندوبست کا تسلسل ہے، آزادی کے بعد ہم جس کے وارث بنے تھے۔ بھٹو اور اس کی اپوزیشن، دونوں کا جنم ایک ہی ماں کے پیٹ سے ہوا تھا، اس لیے اس دستاویز کی تدوین عمومی اتفاق سے ہو گئی تھی۔ مذہبی طبقات کو مطمئن کرنے کے لیے ریاست کو کلمہ بھی پڑھا دیا گیا تھا۔ شاید کسی کو یہ بات معلوم نہیں تھی یا معلوم نہیں ہے کہ اس انتظام کا کسی نظریے یا عقیدے سے نکاح کاغذی ہے، اس سے کوئی گھر وجود میں نہیں آ سکتا۔

ہماری سیاسی پارٹیاں انگریزوں کے اس فیصلے کے نتیجے میں وجود میں آئی تھیں کہ یہاں کے عوام کو درجہ بدرجہ ریاستی انتظام میں شامل کیا جائے۔ ان میں سے دو پارٹیاں آزادی کی جدوجہد میں سب سے نمایاں ہو گئیں۔ ایک کے حصے میں بھارت آیا اور دوسرے کے حصے میں پاکستان۔ قائد اعظم کی وفات جلد ہو جانے کے بعد مسلسل ایسے سیاسی حوادث ہوئے کہ مسلم لیگ پاکستان میں اپنے نام کے ساتھ تو موجود رہی، لیکن کسی بڑی سیاسی روایت کی امین نہیں بن سکی۔ پیپلز پارٹی ایوب خان کے خلاف موجود اور پیدا کیے گئے ردعمل کی عوامی تنظیم کے خیال سے وجود میں آئی اور آج اپنی مقبولیت کے بڑے حصے سے تہی دامن ہے۔ نون لیگ نواز شریف کی سیاسی صلاحیت کو مقتدرہ کے حق میں استعمال کرنے کے لیے بنائی گئی پارٹی ہے اور اب نواز شریف کی مقبولیت کے بقدر اپنا وجود رکھتی ہے۔ تحریک انصاف تاحال عمران خان کے سیاسی وجود کا نام ہے۔ باقی پارٹیاں کچھ علاقوں کی پارٹیاں ہیں۔ تمام پارٹیاں شخصی اور جزوی فرق کے ساتھ سرمایہ دارانہ معیشت، موجود استعماری ریاستی نظام، مغربی معیار پر ترقی کے تصور، اسلام کے ساتھ کلچرل وابستگی کے ساتھ سیاست کرنے والی پارٹیاں ہیں۔

ان میں سے چند مذہب پر بنا رکھنے والی پارٹیاں ہیں۔ یہ پارٹیاں اصلاً مذہبی اہداف رکھتی ہیں، لیکن اس سیاسی نظام کا حصہ بن جانے کی وجہ سے اپنے اصل ہدف سے عملاً دست بردار ہیں۔ لیکن ان پارٹیوں نے اپنے اندرونی نظام کو اپنے مذہبی رنگ ہی پر رکھا ہوا ہے، اس لیے عوام سے ان کا تعلق محدود رہتا ہے۔ عام پاکستانی عوام انھیں اپنا نمایندہ بنانے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ البتہ ان کی تنظیمی طاقت کی وجہ سے بعض اہداف کو حاصل کرنے میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور وہ بوقت ضرورت اٹھا لیا جاتا ہے۔

ہمارے ملک کی سیاست میں مذہبی سیاست ایک بڑے عنصر کے طور پر موجود ہے۔ اگرچہ اس کا اقتدار میں حصہ بقدر جثہ بھی اسے حاصل نہیں ہوتا، لیکن وہ اقتدار محل کی غلام گردشوں میں ہلچل برپا کرتے نظر آتے اور

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

بعض اوقات اپنے جثے سے بھی زیادہ حصہ پالیتے ہیں۔ اس ملک میں اسلامی ریاست، اسلامی نظام اور خلافت جیسے الفاظ بولے جاتے اور ان میں ایک معنوی کشش بھی ہے، لیکن یہ معنویت اصلاً ماضی کی بازیافت کے جذبے کی تعبیر ہے۔ کسی ریاستی نظم کے سوالوں کے جواب اصلاً موجود نہیں اور جو موجود ہیں، وہ محض اسلام کے فرزندوں کی علما کے بیان کردہ بعض بیانیوں سے پیدا ہونے والی توقعات ہیں۔

ہمارے مقتدر ادارے مغرب کی دین ہیں۔ یہ انھی کا طریق کار ہے کہ حکومت مستقل اداروں کے ذریعے سے چلائی جائے، جن کا نظام قواعد وضوابط کے تحت ہو، یہاں تک کہ عزل ونصب اور ترقی و تنزل بھی قواعد کے مطابق ہو۔ اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ ادارے بڑی حد تک خود مختار ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات خود ایک مافیا کی طرح عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سیاسی حکمران ان کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں مزید ظلم یہ ہوا کہ یہ سب ادارے مالی بددیانتی کے ادارے بھی بنے ہوئے ہیں۔ الا ماشاءاللہ ہر طرف کرپشن کا دور دورہ ہے۔ ان میں سے فوج کا سیاسی کردار سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے ہاں جمہوریت کے تصور سے پیدا ہونے والی فکر یہ تقاضا کرتی ہے کہ فوج کا سیاست میں کوئی رول نہیں ہے، لیکن یہ تمنا درست ہونے کے باوجود پوری نہیں ہوتی، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہماری سیاسی جماعتیں خود اس جمہوریت کے تصور کے مطابق نہیں چلائی جارہیں۔ لہٰذا انھیں وہ اخلاقی اور شعوری طاقت حاصل نہیں ہے جو فوج کو اس کے آئینی کردار تک محدود رکھ سکے۔ پھر فوج کو ہر اقتدار میں آنے والی پارٹی اپنے اقتدار کے حصول، تسلسل اور حفاظت کے لیے استعمال کرتی ہے۔ چنانچہ فوج کا عمل دخل اپوزیشن اور حکومت، دونوں کی طرف سے ان کی طلب کی بنا پر بھی موجود ہے۔ مزید برآں، فوج نے یہ ذمہ داری بھی اٹھالی ہے کہ اسے پاکستان کی ''حفاظت'' اندر سے بھی کرنی ہے اور باہر سے بھی کرنی ہے اور یہ سیاسی جماعتیں، ان کے لیڈر اور ان کی فکر اس لائق نہیں کہ فوج بیرونی خطرات تک خود کو محدود رکھے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ فوج سیاسی عمل پر نگران رہے تاکہ کوئی بڑا نقصان نہ ہو۔

ہمارے ملک میں مزدور تنظیمیں، کسانوں کی تنظیمیں، تاجروں کی تنظیمیں، مذہبی ادارے، مساجد اور بہت سے مذہبی اور غیر مذہبی ادارے بھی کام کرتے ہیں۔ اخبارات، ٹی وی چینلز، جرائد، سوشل میڈیا کے ذرائع کا بھی ایک رول ہے۔ یہ تمام عناصر اپنے مقصد کے اعتبار سے مثبت ہیں، لیکن جب یہ کرپٹ افراد کے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو ان کا کردار انتہائی منفی ہو جاتا ہے۔ یہ کرپشن اخلاقی بھی ہے اور معاشی بھی۔

کسی ریاست میں موجود سیاسی، انتظامی، معاشی، سماجی، مذہبی، لسانی، نسلی، فکری اور تہذیبی گروہ سماج کی ان

ساری جہتوں کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ دو عناصر جب اس تعامل میں شامل ہو جاتے ہیں تو یہ عمل تعمیری نہیں رہتا، تخریبی بنتا چلا جاتا ہے: ایک عنصر یہ ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بقا کے خطرے سے دو چار ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وہ گروہ اپنی بقا کی جنگ لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ جب ریاست کے ادارے سماج میں عمومی انصاف دینے سے تہی دامن ہو جاتے ہیں تو تمام طبقات اعتماد سے محروم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جس کی لاٹھی، اس کی بھینس کا قانون عملاً نافذ ہو جاتا ہے۔ ہمارا معاشرہ ان دونوں عناصر کا بھی شکار ہے۔ چنانچہ ہر فرد، ہر طبقہ 'تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو' کی تصویر بنا ہوا ہے۔

ستم بالائے ستم یہ کہ ہماری ریاست قرض کی معیشت کے اصول پر چلائی جا رہی ہے۔ قرض ادا کر کے اس کو کم کیا جائے، اس کی کوئی صورت موجود نہیں، بلکہ اس کے برعکس سال بہ سال قرض کی مقدار بڑھتی چلی جا رہی ہے، اس لیے کہ ہماری معاشی ضرورتیں بھی بڑھتی جا رہی ہیں اور ان کے مطابق ملک میں معاشی امکانات پیدا نہیں کیے جا سکے۔

اس صورت حال میں پاکستان کے دانش ور طبقے کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی ایسے لائحۂ عمل کو دریافت کرے اور اس کے نفاذ کی راہ ہموار کرے جو خلفشار کے اسباب کا خاتمہ کرے۔ محض مرہم پٹی سے یہ مجروح سماج تندرست نہیں ہو سکتا۔

ان سطور میں مقصود صرف کینوس پر سیاسی منظر کے تمام اجزا کی تصویر کشی تھی۔ مقصود یہ ہے کہ تجزیہ کاری کا عمل معروضی ہو اور حل کی تلاش جذبات یا تمناؤں کے بجائے اسباب و علل کے صحیح شعور پر ہو۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

البیان

جاوید احمد غامدی

الصافات - ص

۳۷ —— ۳۸

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الصافات - ص

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ دونوں سورتیں اپنے مضمون کے لحاظ سے توام ہیں۔ دونوں کا موضوع منکرین توحید کو تہدید و وعید ہے۔ پہلی سورہ میں، البتہ انکار اور دوسری میں استکبار پر تنبیہ کی گئی ہے جو مخاطبین کے انکار کا اصلی سبب ہے۔ اِس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو اِن مستکبرین کے مقابل میں صبر و استقامت کی تلقین کا مضمون بھی دوسری سورہ میں نمایاں ہے۔ چنانچہ انبیا علیہم السلام کی جو سرگذشتیں اِس سورہ میں سنائی گئی ہیں، اُن میں یہ دونوں چیزیں ملحوظ ہیں۔

اِن سورتوں میں خطاب اصلاً قریش ہی سے ہے اور اِن کے مضمون سے واضح ہے کہ ام القریٰ مکہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مرحلۂ اتمام حجت میں نازل ہوئی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصافات

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰـہَکُمۡ
لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

www.javedahmadghamidi.com

—— ۱ ——

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

صفیں باندھے حاضر رہنے والے فرشتے گواہی دیتے ہیں،[۱] پھر شیطانوں کو جھڑک کر ڈانٹنے والے،[۲] پھر خدا کو یاد کرنے والے[۳] کہ تمھارا معبود ایک ہی ہے۔[۴] وہی جو زمین اور آسمانوں اور اُن

۱۔ اصل الفاظ ہیں: 'وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا'۔ اِن میں 'وَ' قسم کے لیے ہے۔ قرآن میں اِس طرح کی قسمیں تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لیے آتی ہیں۔ چنانچہ ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ملاءاعلیٰ میں عرش الٰہی کے ارد گرد صف بستہ رہتے ہیں۔ سورۂ زمر (۳۹) کی آیت ۷۵ میں اُن کا ذکر ہوا ہے۔

۲۔ یعنی جب وہ سن گن لینے کے لیے ملاءاعلیٰ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳۔ یعنی اُس کی حمد و تسبیح کرنے والے۔ اِن صفات میں، اگر غور کیجیے تو اُسی طرح کی ترتیب ہے جو ہماری

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَةِ اِۨلۡکَوَاکِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفۡظًا مِّنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ
مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوۡنَ اِلَی الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰی وَیُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ کُلِّ جَانِبٍ ٭ۖ﴿۸﴾ دُحُوۡرًا
وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

کے درمیان کی سب چیزوں کا پروردگار ہے اور مشرق و مغرب کے تمام اطراف کا پروردگار۔[۵] ۱-۵

اِس میں شبہ نہیں کہ تمھارے قریبی آسمان[۶] کو ہم نے تاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے اور ہر سرکش شیطان کی دراندازی سے اُس کو بالکل محفوظ کر دیا ہے۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور لگائیں تو بھگانے کے لیے ہر طرف سے دھتکارے جاتے ہیں اور یہ اُن کے لیے دائمی عذاب ہے۔ تاہم کوئی شیطان اگر کچھ لے اڑے تو ایک دہکتا شعلہ اُس کا تعاقب کرتا ہے۔[۷] ۶-۱۰

نمازوں میں ہوتی ہے کہ ہم پہلے صف باندھتے ہیں، پھر شیاطین سے تعوذ کرتے ہیں، پھر خدا کی حمد و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ مقسم علیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن کو خدا کی خدائی میں شریک سمجھتے ہو، وہ خود گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے بندے ہیں اور ہمہ وقت اُس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔

۵۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ آیت میں 'مَشَارِق' کے بعد 'مَغَارِب' کا لفظ بربناے وضاحت قرینہ محذوف ہے اور اِس کی جمع عربیت کے اسلوب پر وسعت اطراف کو ظاہر کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی ناپیدا کنار کائنات کے کسی دور دراز گوشے میں بھی اُس کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں ہے۔ وہی ہر جگہ اور ہر ایک کا پروردگار ہے۔

۶۔ اِس سے وہ عالم بالا مراد ہے جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنی دوربینوں سے جس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اِس سے ماوراچھ عالم اور بھی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ہماری زمین کی طرح زندگی کی رعنائیوں سے آباد ایک زمین بھی ہے۔

۷۔ اوپر ملائکہ کے بارے میں مشرکین کے مزعومات کی تردید فرمائی تھی۔ اُس کے بعد اب یہ جنوں کے بارے میں بھی واضح کر دیا ہے کہ اُن کے پاس ہرگز کوئی غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اِس لیے جو لوگ اُن کے اور خدا

فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ
لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلۡ عَجِبۡتَ وَیَسۡخَرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُکِّرُوۡا لَا یَذۡکُرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا
رَاَوۡا اٰیَةً یَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا
وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾ ؕ
قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ ۚ فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾
وَقَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا هٰذَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِهٖ تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾

اب اِن سے پوچھو کہ اِنھیں بنانا زیادہ مشکل ہے یا اُن کو جنھیں ہم (اِن سے پہلے) بنا چکے ہیں؟[8] حقیقت یہ ہے کہ اِنھیں تو ہم نے چپکتی مٹی سے پیدا کر دیا تھا۔[9] نہیں، یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے، بلکہ تمھیں تعجب ہے (کہ ایسی واضح حقیقت کو یہ مانتے کیوں نہیں) اور یہ مذاق اڑا رہے ہیں (کہ تم یہ کیسی باتیں مانتے ہو)؟ اور جب اِنھیں یاددہانی کی جاتی ہے تو یاددہانی حاصل نہیں کرتے اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اُس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ نہیں، یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ۱۱-۱۷

کہو کہ ہاں اور تم ذلیل بھی ہو گے۔ چنانچہ وہ ایک ڈانٹ ہی ہو گی، پھر اُسی وقت (اٹھ کر) دیکھنے لگیں گے[10] اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، یہ تو جزا کا دن ہے —— جی ہاں، یہ وہی فیصلے کا

کے درمیان رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں، وہ بھی بالکل احمق ہیں۔

۸۔ یعنی ملائکہ اور جنات وغیرہ۔ 'مَنْ خَلَقْنَا' کے الفاظ سے ذہن اِسی طرف جاتا ہے، اِس لیے کہ 'مَنْ' بالعموم ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔

۹۔ یعنی اُسی چپکتی مٹی سے جس کی بہت بڑی مقدار اِس وقت بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ لٰہذا اِن کے بنانے کے لیے نہ اُس وقت ہمیں کوئی خاص سروسامان کرنا پڑا تھا اور نہ اب کرنا پڑے گا۔

۱۰۔ یہ قرآن نے نہایت بلیغ اسلوب میں اُس دہشت اور سراسیمگی کی تصویر کھینچ دی ہے جس سے یہ لوگ

اُحۡشُرُوا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَهُمۡ وَمَا كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ مِنۡ دُوۡنِ
اللّٰهِ فَاهۡدُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوۡهُمۡ اِنَّهُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ مَا
لَكُمۡ لَا تَنَاصَرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ بَلۡ هُمُ الۡيَوۡمَ مُسۡتَسۡلِمُوۡنَ ﴿۲۶﴾
وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ
الۡيَمِيۡنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوۡا بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ

دن ہے جس کو تم لوگ جھٹلاتے رہے تھے۔"[۱۱] ۱۸-۲۱

حکم ہو گا: اِن ظالموں[۱۲] کو اکٹھا کر و اور اِن کے ہم مشربوں کو اور اُن کو بھی جنھیں یہ اللہ کے سوا پوجتے رہے ہیں، پھر اِن سب کو دوزخ کا راستہ دکھادو۔ اور ہاں، اِنھیں ذرا ٹھیراؤ تو، اِن سے کچھ پوچھنا بھی ہے۔ کیا بات ہے، اِس وقت تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے ہو؟ کچھ نہیں بولتے، بلکہ یہ تو آج بڑے فرماں بردار بنے ہوئے ہیں![۱۳] ۲۲-۲۶

اُس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باہم سوال و جواب کریں۔ (چنانچہ اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے: یہ تم ہی ہمارے پاس آتے تھے دائیں سے...[۱۴] وہ (بات کاٹ کر) جواب

دوچار ہوں گے۔

۱۱۔ یہ، ظاہر ہے کہ اُن کی بات پر فرشتے کہیں گے۔

۱۲۔ آیت میں 'الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا' کے الفاظ ہیں۔ یعنی 'ظَلَمُوۡا أَنۡفُسَهُمۡ'۔ اِس سے قرآن میں شرک مراد لیا جاتا ہے جو سب سے بڑا ظلم ہے اور یہ ظلم انسان دوسروں پر نہیں، بلکہ اپنے اوپر کرتا ہے۔

۱۳۔ یہ اُس ذلت اور بے بسی کی تصویر ہے جس کے بارے میں اوپر فرمایا تھا کہ ہاں، اٹھائے جاؤ گے اور ذلیل بھی ہو گے۔

۱۴۔ اصل الفاظ ہیں: 'تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ'۔ اِن کے بعد 'وَعَنِ الشِّمَالِ' ہونا چاہیے تھا، لیکن اُن کے پیشواؤں نے بات پوری نہیں ہونے دی۔ چنانچہ صورت حال کی تصویر کے لیے قرآن نے بھی اُسی طرح چھوڑ دیا ہے۔

سُلۡطٰنٍ ۚ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَاۤ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوۡنَ ﴿۳۱﴾
فَاَغۡوَيۡنٰكُمۡ اِنَّا كُنَّا غٰوِيۡنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمۡ يَوۡمَئِذٍ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ ﴿۳۶﴾ بَلۡ
جَآءَ بِالۡحَقِّ وَصَدَّقَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۷﴾

دیں گے: نہیں، بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے اور تمھارے اوپر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ سو ہمارے پروردگار کی بات ہم پر پوری ہو گئی ہے۔[۱۵] کچھ شک نہیں کہ اُس کا مزہ اب ہم کو چکھنا ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بہکے ہوئے تھے، سو ہم نے تمھیں بھی بہکا دیا۔ اِس طرح یہ سب اُس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔[۱۶] ۲۷-۳۳

ہم مجرموں کے ساتھ یہی کریں گے۔ اُن کا حال یہ تھا کہ جب اُن سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اکڑ بیٹھتے اور، (قریش کے لوگو، تمھاری طرح وہ بھی) کہتے تھے کہ کیا ہم ایک خبطی شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں،[۱۷] بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور وہ رسولوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہے۔[۱۸] ۳۴-۳۷

۱۵۔ یعنی وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے جواب میں کہی تھی کہ میں تجھے اور تیرے پیرووں کو جہنم میں بھر دوں گا۔

۱۶۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی عقل ہر شخص کو دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ وہ حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ چنانچہ پیرووں کا یہ عذر اُس دن مسموع نہ ہو گا کہ اُن کی گم راہی کے ذمہ دار اُن کے لیڈر اور پیشوا ہیں۔

۱۷۔ یعنی ہرگز خبطی اور شاعر نہیں ہے۔ یہ قریش کو جواب دیا ہے اور اِس طرح کلام کو مطابق حال کر دیا ہے۔

۱۸۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت مسیح تک تمام رسولوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق، جو اِس

إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾
إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ
مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّٰتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم
بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا
يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِندَهُمْ قَٰصِرَٰتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

(اُسے نہیں مانو گے تو) تم کو لازماً دردناک عذاب چکھنا ہو گا اور (یہ کوئی زیادتی نہیں ہو گی)، تم اُسی کا بدلہ پاؤ گے جو کرتے رہے ہو۔ اللہ کے منتخب بندے،[19] مگر اِس سے محفوظ ہوں گے۔ یہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے معلوم روزی[20] ہو گی، ہر طرح کے میوے۔ اور راحت کے باغوں میں وہ بڑی عزت سے ہوں گے، تختوں پر آمنے سامنے[21] بیٹھے ہوں گے، اُن کے لیے شراب ناب کے جام گردش میں ہوں گے، بالکل صاف شفاف، پینے والوں کے لیے لذت ہی لذت! نہ اُس میں خمار ہو گا اور نہ اُس سے اُن کی عقل خراب ہو گی۔ اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی[22] غزال چشم عورتیں ہوں گی، گویا کہ (شتر مرغ کے) چھپے ہوئے انڈے ہیں۔[23] ۳۸-۴۹

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے رسول بر حق ہونے کی نہایت واضح دلیل ہے۔

۱۹۔ یعنی وہ جو اپنے ایمان و عمل سے اِس کا استحقاق پیدا کر لیں گے کہ خدا کی جنت کے لیے منتخب کر لیے جائیں۔

۲۰۔ یعنی ایسی روزی جو اُن کے منشا کے مطابق، اُن کا اپنا انتخاب اور ہر لحاظ سے جانی پہچانی ہو گی جس کو دیکھ کر کسی وحشت یا انقباض کا امکان نہ ہو۔

۲۱۔ 'آمنے سامنے' کے الفاظ اُن کی باہمی محبت اور خوش دلی کے اظہار کے لیے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے منہ پھیر کر نہیں، بلکہ پورے التفات کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھتے اور آپس میں باتیں کرتے ہوں گے۔

۲۲۔ یہ عورتوں کے باحیا ہونے کی تعبیر ہے۔ اہل عرب اِسی کو عورت کا سب سے بڑا حسن قرار دیتے تھے۔

۲۳۔ یہ تمام تشبیہات عربوں کے خاص ذوق کے مطابق ہیں، اِس لیے کہ وہی اِس کلام کے اولین مخاطبین

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ
قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ ءَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ
الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ
مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باہم گفتگو کریں۔ اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو (بڑے تعجب کے ساتھ) مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم بدلہ پائیں گے؟ وہ کہے گا: ذرا جھانک کر دیکھو گے (کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے)؟ یہ کہہ کر وہ جھانکے گا تو اُس کو دوزخ کے بیچ میں دیکھ لے گا۔[۲۴] (پھر بے ساختہ) بول اٹھے گا: خدا کی قسم، تم تو مجھے تباہ کر دینے والے تھے! اگر میرے پروردگار کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی اُنھی میں ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ پھر کیا وہی نہیں ہوا کہ پہلی موت جو ہم کو آنی تھی، آچکی، اب

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... کلام عرب میں نازنینوں کی تشبیہ شتر مرغ کے انڈوں سے بہ کثرت ملتی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِس تشبیہ میں عفت، صیانت اور رنگ، تینوں چیزوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ 'مَكْنُوْن' سے اُن کے اچھوتے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ جس طرح اہل عرب کنواریوں کی حفاظت میں بڑے غیور و حساس تھے، اُسی طرح شتر مرغ بھی اپنے انڈوں کی حفاظت میں جان لڑا دیتا ہے۔ تشبیہ میں یہاں سنہرے رنگ کے انڈے مراد ہیں۔ نازنینوں کے سنہرے رنگ کا شعراے عرب بہت ذکر کرتے ہیں۔ 'معشوقہ' کے لیے 'صفراء' کی صفت اُن کے ہاں بہت معروف ہے۔" (تدبر قرآن ۶/ ۴۶۷)

۲۴۔ یعنی اُسی جگہ بیٹھے بیٹھے دیکھ لے گا اور اُس سے بات بھی کر لے گا۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد لوگوں کی قوتیں اور صلاحیتیں کیا سے کیا ہو جائیں گی۔

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ
تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ
مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾

ہمیں مرنا نہیں ہے اور نہ ہمیں کوئی عذاب دیا جائے گا؟[۲۵] بے شک، یہی بڑی کامیابی ہے۔ سو عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔[۲۶] ۵۰-۶۱

(اِن سے پوچھو)، یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اُس کو اِن ظالموں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔[۲۷] وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے۔[۲۸] اُس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔[۲۹] سو یہ ظالم اُسی سے کھائیں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اُس کے اوپر اُن کو کھولتا

۲۵۔ اِن الفاظ سے جس مسرت اور بے خودی کا اظہار ہو رہا ہے، اُس کا اندازہ ہر صاحب ذوق کر سکتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بازی ہم نے جیت لی تو سب سے بڑی بازی جیت لی۔ اسلوب کلام پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ اُن کی کامیابی اُن کی توقعات سے اتنی زیادہ ہو گی کہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی اُنھیں اپنے اوپر اعتبار نہیں ہو گا اور وہ اپنے ساتھیوں سے اُس کی تصدیق چاہیں گے۔“ (تدبر قرآن ۶/۴۶۸)

۲۶۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی بات پر استدراک ہے۔

۲۷۔ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ قرآن کے مخاطبین جب یہ سنتے کہ دوزخ میں زقوم کا درخت ہو گا تو اُس سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے ٹھٹھا مار کر کہتے: لو اب نئی سنو، اِن کا کہنا ہے کہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں درخت بھی اگیں گے۔

۲۸۔ یعنی جو چاہے کہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ دوزخ میں اگتا اور اُسی میں پھلتا پھولتا ہے۔

۲۹۔ یہ تخییلی نوعیت کی تشبیہ ہے۔ اِس طرح کی تشبیہات دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاۡ اِلَی الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّیۡنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمۡ عَلٰۤی
اٰثٰرِهِمۡ یُهۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَکۡثَرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا
فِیۡهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۷۲﴾ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۷۴﴾

ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر اُن کو ہر حال میں دوزخ ہی کی طرف لوٹنا ہو گا۔[30] (یہ وہ لوگ ہیں کہ) اِنھوں نے اپنے باپ دادا کو گم راہی میں پایا۔ پھر یہ اُنھی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے۔[31] اِن سے پہلے اگلوں میں بھی اکثر اِسی طرح گم راہ ہوئے تھے۔ ہم نے اُن میں بھی خبردار کرنے والے بھیجے تھے۔ پھر دیکھ لو کہ جنھیں خبردار کیا گیا تھا، اُن کا انجام کیا ہوا! خدا کے منتخب بندے ہی اُس سے محفوظ رہے۔ ۶۲-۷۴

”... بعض مرتبہ تشبیہ کسی خیالی چیز سے دی جاتی ہے، لیکن وہ مرئی و مشاہد چیزوں سے زیادہ ذہنوں سے قریب ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کسی پراگندہ حال و پراگندہ بال شخص کو کہیں کہ کیا بھوت کی سی شکل بنا رکھی ہے! بھوت اگرچہ ایک خیالی چیز ہے، لیکن اُس کا ایک تصور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہے۔ اِس وجہ سے یہ تشبیہ اُس شخص کو جس خوبی کے ساتھ مصور کرے گی، کوئی دوسری تشبیہ مشکل ہی سے کر سکے گی۔ اِسی طرح یہاں دوزخ کے زقوم کے پتوں اور کانٹوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے، گویا بہت سے شیاطین ننگے سر کھڑے ہوں۔ ہر چند یہ تشبیہ ہے خیالی، لیکن ذہنوں میں شیاطین کا ایک خوف ناک تصور موجود ہے۔ اِس وجہ سے اِس کو سن کر دل پر ایک کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔“ (تدبر قرآن ۶/۴۶۹)

۳۰۔ یعنی اِس ضیافت کے بعد۔ اوپر آیت میں اِس کے لیے 'نُزُل' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِس کے معنی اولین ضیافت کے ہیں جو آتے ہی مہمان کو پیش کی جائے۔ مدعا یہ ہے کہ داخل ہوتے ہی زقوم کا پھل اور کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ پھر ہمیشہ کی سزا کے لیے اپنے اصل ٹھکانے کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔

۳۱۔ اِس سے معلوم ہوا کہ گم راہی کے عوامل میں سب سے بڑا عامل اپنے آبا و اجداد اور بزرگوں کی اندھی تقلید ہی ہے۔

[باقی]

حدیث سیل

ترجمہ وتدوین: شاہد رضا

بہترین نفل عبادت

رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ».

وَرُوِيَ أَنَّهُ سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: الدَّائِمُ. فَسُئِلَتْ: مَتَى كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

وَرُوِيَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ. فَقَالَ: «مَنْ هٰذِهِ؟» فَقُلْتُ: امْرَأَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّي. قَالَ: «عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ. فَوَ اللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتَّى تَمَلُّوا». وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

وَرُوِيَ أَنَّهُ سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا؟ قَالَتْ: لَا، كَانَ عَمَلُهُ

دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيقُ؟

وَرُوِيَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، فَإِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ». قَالُوا: وَلَا أَنْتَ، يَارَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ. وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللّٰهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ».

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ عمل چھوٹا ہو[1]۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند تھا؟ سیدہ عائشہ نے جواب دیا: وہ عمل جو ہمیشہ ادا کیا جائے۔ سیدہ سے پھر سوال کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) کس وقت قیام فرماتے تھے؟ سیدہ نے جواب دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مرغ کی آواز کے ساتھ قیام فرماتے تھے[2]۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، جب کہ میرے پاس ایک خاتون تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ وہ خاتون ہے جو رات بھر سوتی نہیں اور نماز میں حالت قیام میں رہتی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم (دائمی طور پر) طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ (تمھارے اعمال سے) بے زار نہیں ہوتا، مگر تم (ان سے) بے زار ہو جاؤ گے[3]۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند تھا جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص عمل کے لیے کچھ دن خاص کر لیتے تھے؟ سیدہ عائشہ نے جواب دیا: نہیں، آپ (صلی اللہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

علیہ وسلم) کا (ہر) عمل مداومت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور تم میں سے کون عمل کی اتنی طاقت رکھتا ہے، جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے[۴]؟

اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اللہ کی راہ کی جانب) لوگوں کی رہنمائی کرو، قرب الٰہی کے لیے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور لوگوں کو خوش خبری دو، اس لیے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو گا، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: یارسول اللہ، آپ بھی نہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب دیا: میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ دے[۵]۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ عمل چھوٹا ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حواشی کی توضیح

۱۔ بنیادی طور پر یہ متوازن زندگی ہی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ جس طرح مداومت کسی شخص کی نفل عبادت میں بہت اہمیت کی حامل ہے، اسی طرح اس کی زندگی میں توازن کو بھی برقرار رکھنے کے لیے یہ معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ روایات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کی واضح طور پر نشان دہی کرتی ہیں کہ چند راتوں کے لیے ساری رات قیام کرنے اور پھر اسے مکمل طور پر ترک کر دینے کے بجائے آدمی کو اس حد تک نمازیں ادا کرنی چاہییں کہ وہ انھیں مداومت کے ساتھ ادا کر سکے۔

۲۔ دوسری روایت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہمیں بتاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے تھوڑا پہلے نماز تہجد کی تیاری شروع کرتے تھے اور اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔ اس طرح کی روایات سے بالبداہت واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز میں نہیں گزارتے تھے۔ اور تیسری روایت سے واضح طور پر اشارہ ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر قیام و نماز میں گزارنے کے لیے کسی کو پابند بھی نہیں کیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اچھے اعمال سے بے زار نہیں ہوتے، مگر جب ہم اپنے اوپر ایسے اعمال لازم کر لیں گے جن کو ہم مداومت کے ساتھ اختیار کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو جلد یا بہ دیر ہماری بنیادی فطرت اس پر اثر انداز ہو گی اور بالآخر ہمیں اس طرح کے اعمال سے پیچھے ہٹنا پڑے گا۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق اور ربط تھا، اس لیے اپنے حدود کو حقیقت کی نظر سے دیکھتے ہوئے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انھی نفلی عبادات پر عمل پیرا ہونا چاہیے جنھیں ہم مداومت کے ساتھ ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

۵۔ کسی شخص کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ وہ محض اپنے اعمال اور عبادات کی بنیاد پر جنت میں اللہ تعالیٰ کی ابدی نعمت کا مستحق ہو جائے گا۔ یہ سوچ انسان کو اپنے اعمال اور عبادات میں ایسے عدم توازن اور عارضی مشغولیت کی جانب مائل کر سکتی ہے جس کے برقرار رہنے کا امکان نہیں ہے۔ اس کے برعکس، انسان کو ہمیشہ پوری کوشش کرنی چاہیے، اور اپنے معمولی سے معمولی اعمال کے صلے اور اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسا رکھنا چاہیے۔

متون

پہلی روایت، بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۶۰۹۷، ۶۱۰۰؛ مسلم، رقم ۷۸۲ب-۷۸۳ب؛ موطا امام مالک، رقم ۴۱۹؛ ترمذی، رقم ۲۸۵۶؛ ابوداؤد، رقم ۱۳۶۸؛ ابن ماجہ، رقم ۴۲۴۰؛ ابن حبان، رقم ۳۲۲-۳۲۳؛ احمد، رقم ۸۵۸۴، ۲۴۰۸۹، ۲۴۱۷۰، ۲۴۸۶۳، ۲۵۳۵۶، ۲۵۴۵۲، ۲۵۴۷۰، ۲۵۴۷۸، ۲۵۵۱۲، ۲۶۰۰۵، ۲۶۵۲۲، ۲۶۷۶۱، ۲۶۷۷۳؛ نسائی، رقم ۸۳۸؛ بیہقی، رقم ۴۳۴۲؛ ابویعلیٰ، رقم ۴۵۳۳، ۴۵۷۳، ۶۹۶۹ اور عبدالرزاق، رقم ۲۰۵۶۷ میں روایت کی گئی ہے۔

دوسری روایت، بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۱۰۸۰، ۶۰۹۶؛ مسلم، رقم ۷۴۱؛ ابوداؤد، رقم ۱۳۱۷؛ احمد، رقم ۲۴۶۷۲، ۲۴۸۳۳، ۲۵۱۸۶، ۲۵۷۱۲، ۲۶۴۳۳؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۳۱۶؛ بیہقی، رقم ۴۴۳۵، ۴۴۳۶، ۴۵۱۲ اور ابن حبان، رقم ۲۴۴۴ میں روایت کی گئی ہے۔

تیسری روایت، بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۴۳؛ مسلم، رقم ۷۸۵ب؛ نسائی، رقم ۱۶۴۲، ۵۰۳۵؛ ابن ماجہ، رقم ۴۲۳۸؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۳۰۷، ۱۱۷۶۶؛ ابن خزیمہ، رقم ۱۲۸۲؛ احمد، رقم ۲۴۲۳۵،

۲۴۵۸۴، ۲۵۶۷۳، ۲۵۹۸۷، ۲۶۱۱۸؛ بیہقی، رقم ۴۵۱۴-۴۵۱۵ ؛ ابن حبان، رقم ۱۵۷۸؛ ابویعلیٰ، رقم ۴۶۵۱ اور عبد الرزاق، رقم ۲۰۵۵۶ میں روایت کی گئی ہے۔

چوتھی روایت، بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۶۱۰۱، ۱۸۸۶؛ مسلم، رقم ۷۸۳ الف؛ ابوداؤد، رقم ۱۳۷۰؛ ابن خزیمہ، رقم ۱۲۸۱؛ احمد، رقم ۲۴۲۳۵، ۲۴۵۸۴، ۲۵۶۷۳، ۲۵۹۸۷، ۲۶۱۱۸؛ ابن حبان، رقم ۳۶۴۷؛ احمد، رقم ۲۴۲۰۸، ۲۴۳۲۷، ۲۵۶۰۳ اور بیہقی، رقم ۸۲۵۵ میں روایت کی گئی ہے۔

پانچویں روایت، بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۶۰۹۹؛ مسلم، رقم ۲۸۱۸ اور احمد، رقم ۲۴۹۸۵، ۲۶۳۸۶ میں روایت کی گئی ہے۔

پہلی روایت

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۶۰۹۷ میں 'أحب الأعمال إلى الله تعالىٰ أدومها' (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے) کے الفاظ کے بجاے 'أحب العمل الذي يدوم عليه صاحبه' (پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جسے صاحب عمل مداومت کے ساتھ ادا کرے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۷۸۲ ب میں یہ الفاظ 'أحب العمل أدومه' (پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۵۲۲ میں یہ الفاظ 'أحب العمل ما دام عليه' (پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جس پر آدمی نے مداومت اختیار کی ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابویعلیٰ، رقم ۴۵۷۳ میں یہ الفاظ 'ما دام عليه صاحبه' (جس پر آدمی نے مداومت کی ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابویعلیٰ، رقم ۶۹۲۹ میں یہ الفاظ 'ما دووم عليه' (جس پر مداومت اختیار کی گئی ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً عبد الرزاق، رقم ۲۰۵۶۷ میں یہ الفاظ 'أحب العبادة إلى الله ما ديم عليها' (اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ترین عبادت وہ ہے جو مداومت کے ساتھ کی گئی ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۴۸۶۳ میں 'وإن قل' (اگرچہ وہ چھوٹا ہو) کے الفاظ کے بجاے 'وإن كان يسيرًا' (اگرچہ وہ ہلکا ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات میں یہ الفاظ 'وإن قلت' (اگرچہ وہ چھوٹا ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۷۷۳ میں اسی طرح کا مضمون قدرے مختلف اور درج ذیل الفاظ میں آیا ہے:

روي أن أم سلمة رضي الله عنها قالت: ما مات النبي صلى الله عليه وسلم حتى كان أكثر صلاته قاعدًا غير الفريضة وكان أحب العمل إليه أدومه وإن قل.

”روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک فرض نماز کے علاوہ اکثر (نفل) نماز بیٹھ کر ادا فرمائی؛ اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ ہو، اگرچہ وہ چھوٹا ہو۔“

بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۳۲۲ میں اسی طرح کا مضمون ان الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

روي أن عائشة رضي الله عنها سئلت عن عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: كان عمله صلى الله عليه وسلم ديمة.

”روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو سیدہ نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل مداومت کے ساتھ ہوتا تھا۔“

دوسری روایت

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۴۱۷ میں 'الدائم' (جو مداومت کے ساتھ ہو) کے الفاظ کے بجائے 'كان يحب الدائم' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم مداومت کو پسند کرتے تھے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۴۵۱۲ میں یہ الفاظ 'أنه كان يحب الدائم من العمل' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند کرتے تھے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۲۴۴۴ میں یہ الفاظ 'وكان أحب العمل إليه أدومه وإن قل' (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ ہو، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۴۱۷ میں 'يقوم إذا سمع الصارخ' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مرغ کی آواز سنتے تو قیام فرماتے تھے) کے الفاظ کے بجائے 'كان إذا سمع الصارخ قام فصلى' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مرغ کی آواز سنتے تو نماز کے لیے قیام فرماتے تھے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۴۶۷۲ میں یہ الفاظ 'إذا سمع الصرخة' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مرغ کی آواز سنتے) روایت کیے گئے ہیں۔

تیسری روایت

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۶۰۹۷ میں 'علیکم من العمل ما تطیقون' (اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم (دائمی طور پر) طاقت رکھتے ہو) کے الفاظ کے بجائے 'مه، علیکم ما تطیقون' (ایسا کرنا چھوڑ دو، اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۵۰۳۵ میں یہ الفاظ 'مه، علیکم من العمل ما تطیقون' (ایسا کرنا چھوڑ دو، اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۱۳۰۷ میں ان کے مترادف الفاظ 'مه، علیکم من العمل بما تطیقون' (ایسا کرنا چھوڑ دو، اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۵۶۷۳ میں یہ الفاظ 'مه مه، خذوا من العمل ما تطیقون' (ایسا کرنا چھوڑ دو، ایسا کرنا چھوڑ دو۔ وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً عبد الرزاق، رقم ۲۰۵۶۶ میں یہ الفاظ 'مه، خذوا من العمل ما تطیقون' (ایسا کرنا چھوڑ دو، وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۴۵۱۵ میں ان الفاظ کے بجائے 'مه' (ایسا کرنا چھوڑ دو) کا لفظ آیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۵۶۷۳ میں 'لا یمل الله حتی تملوا' (اللہ تعالیٰ (تمھارے اعمال سے) بے زار نہیں ہوتا، مگر تم (ان سے) بے زار ہو جاؤ گے) کے الفاظ کے بجائے 'فإن الله عز وجل لا یمل حتی تملوا' (بے شک، اللہ عزوجل (تمھارے اعمال سے) بے زار نہیں ہوتا، مگر تم (ان سے) بے زار ہو جاؤ گے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۱۶۴۲ میں 'وکان أحب الدین إلیه ما داوم علیه صاحبه' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند تھا جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے) کے الفاظ کے بجائے 'ولکن أحب الدین إلیه ما داوم علیه صاحبه' (مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند تھا جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً عبد الرزاق، رقم ۲۰۵۶۶ میں یہ الفاظ 'وأحب العمل ما دام علیه صاحبه' (اور سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم

۵۰۳۵ میں ان کے مترادف الفاظ 'كان أحب الدين إليه ما دام عليه صاحبه' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند تھا جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۱۲۸۲ میں یہ الفاظ 'وكان أحب الدين إليه الذي يدوم عليه صاحبه' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند تھا جسے صاحب عمل ہمیشہ ادا کرے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۵۹۸۷ میں ان کے مترادف الفاظ 'أحب الدين إلى الله عزوجل ما يداوم عليه صاحبه' (اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند ہے جسے صاحب عمل مداومت کے ساتھ ادا کرے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۴۲۳۵ میں یہ الفاظ 'إن أحب الدين إلى الله عز وجل ما دووم عليه وإن قل' (بے شک، اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسند ہے جسے مداومت کے ساتھ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۴۵۱۵ میں یہ الفاظ 'وأحب الدين ما دوم عليه' (اور سب سے زیادہ وہ دینی عمل پسندیدہ ہے جسے مداومت کے ساتھ ادا کیا جائے) روایت کیے گئے ہیں۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

چوتھی روایت

بعض روایات، مثلاً ابوداؤد، رقم ۱۳۷۰ میں 'كان عمله ديمة' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل مداوت کے ساتھ ہوتا تھا) کے الفاظ کے بجاے 'كان كل عمله ديمة' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر عمل مداوت کے ساتھ ہوتا تھا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۶۱۰۱ میں 'وأيكم يطيق ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيق' (اور تم میں سے کون عمل کی اتنی طاقت رکھتا ہے، جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے) کے الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'وأيكم يستطيع ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستطيع' (اور تم میں سے کون عمل کی اتنی طاقت رکھتا ہے، جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۴۳۲۷ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب درج ذیل الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

وأيكم يستطيع ما كان رسول الله   "اور تم میں سے کون عمل کی اتنی طاقت رکھتا

صلى الله عليه وسلم يستطيع؟ كان عمله ديمة.	ہے، جتنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل مداوت کے ساتھ ہوتا تھا۔“

پانچویں روایت

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۴۹۸۵ میں ’وأبشروا‘ (اور خوش خبری دو) کے لفظ کے بجاے اس کا مترادف ’ویسروا‘ (اور آسانی پیدا کرو) آیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۶۰۹۹ میں ’فإنه لن يدخل الجنة أحدًا عمله‘ (اس لیے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو گا) کے بجاے ’واعلموا أنه لن يدخل أحدكم عمله الجنة‘ (اور یاد رکھو کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو گا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۳۸۶ میں ’أحب العمل إلى الله أدومه‘ (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے) کے الفاظ کے بجاے ’وإن أحب الأعمال إلى الله أدومها‘ (اور بے شک، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۱۸۶۹ میں اسی طرح کا مضمون قدرے مختلف سیاق میں درج ذیل الفاظ میں آیا ہے:

روي أن عائشة رضي الله عنها قالت: لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرًا أكثر من شعبان. فإنه كان يصوم شعبان كله وكان يقول: «خذوا من العمل ما تطيقون. فإن الله لا يمل حتى تملوا». وأحب الصلاة إلى النبي صلى الله عليه وسلم ما دووم	”روایت کیا گیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں کثرت سے روزے نہیں رکھتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) شعبان کا پورا مہینا روزے رکھتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرماتے: وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمھارے اعمال سے) بے زار نہیں ہوتا،

عليه وإن قلت.

مگر تم (ان سے) بے زار ہو جاؤ گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ نماز پسند تھی جو مداومت کے ساتھ ادا کی جائے، اگرچہ وہ مختصر ہو۔''

بعض اختلافات کے ساتھ یہ روایت بخاری، رقم ۱۸۶۹ اور احمد، رقم ۲۵۰۱۱، ۲۵۹۹، ۲۶۱۶۶ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۵۵۲۳ میں اسی طرح کا مضمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

روي أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يحتجر حصيرًا بالليل فيصلي ويبسطه بالنهار فيجلس عليه فجعل الناس يثوبون إلى النبي صلى الله عليه وسلم فيصلون بصلاته حتى كثروا فأقبل عليهم فقال: «ياأيها الناس، خذوا من العمل ما تطيقون. فإن الله لا يمل حتى تملوا. وإن أحب الأعمال إلى الله ما دام، وإن قل». وكان إذا صلى صلاة أثبتها.

''روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بھوسے کی چٹائی کی چھت بنا لیتے اور اس کے نیچے نماز ادا فرماتے اور دن کے وقت اسی کو بچھا کر بیٹھ جاتے تھے۔ چنانچہ لوگ (رات کے وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ جب لوگ زیادہ جمع ہونے لگے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو، وہ عمل اختیار کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمھارے اعمال سے) بے زار نہیں ہوتا، مگر تم (ان سے) بے زار ہو جاؤ گے۔ اور بے شک، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی نماز ادا کرتے تو اس پر مداومت اختیار کرتے۔''

یہ روایت بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۵۵۲۳؛ مسلم، رقم ۷۸۲ الف؛ نسائی، رقم ۷۶۲؛ ابن خزیمہ،

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

رقم ۱۶۲۶، ۲۰۷۹؛ ابن حبان، رقم ۲۵۷۱؛ احمد، رقم ۲۴۳۶۷، ۲۶۰۸۰ اور بیہقی، رقم ۵۰۱۹، ۵۰۲۰ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۱۶۲۶ میں 'خذوا من العمل ما تطيقون' (وہ عمل اختیار کرو جس کی تم (دائمی طور پر) طاقت رکھتے ہو) کے الفاظ کے بجائے 'أكلفوا من العمل ما تطيقون' (اس عمل کی ذمہ داری اٹھاؤ جس کی تم (دائمی طور پر) طاقت رکھتے ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۷۸۲ الف میں یہ الفاظ 'عليكم من الأعمال ما تطيقون' (اپنے اوپر وہ عمل لازم کرو جس کی تم (دائمی طور پر) طاقت رکھتے ہو) روایت ہوئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۱۶۲۶ میں 'فإن أحب الأعمال إلى الله ما دام، وإن قل' (بے شک، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) کے الفاظ کے بجائے 'وكان أحب الأعمال إليه ما ديم عليه، وإن قل' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ ہو، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۰۸۰ میں یہ الفاظ 'وكان أحب العمل إليه أدومه، وإن قل' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ ہے جو مداومت کے ساتھ ہو، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۲۰۷۹ میں یہ الفاظ 'وكان أحب الصلاة إليه ما داوم عليها وإن قلت' (اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ میں پسندیدہ ترین نماز وہ تھی جو مداومت کے ساتھ ہو، اگرچہ وہ مختصر ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۵۰۱۹ میں یہ الفاظ 'فإن أحب الأعمال إلى الله ما دووم عليه، وإن قل' (بے شک، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۵۲ میں اسی طرح کا مضمون درج ذیل الفاظ میں روایت ہوا ہے:

روي أنه عائشة رضي الله عنها قالت: ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمتنع من وجهي وهو صائم. وما مات حتى كان أكثر صلاته قاعدًا،

''روایت کیا گیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں مجھ سے محبت کرنے سے گریز نہیں فرماتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات

إلا المكتوبة. وكان أحب العمل إليه ما دام عليه الإنسان، وإن كان يسيرًا.	تک فرض نماز کے علاوہ اکثر نماز بیٹھ کر ادا فرمائی۔ اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ تھا جس پر انسان مداومت اختیار کرے، اگرچہ وہ ہلکا ہو۔''

یہ روایت بعض اختلافات کے ساتھ نسائی، رقم ۱۶۵۲، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵؛ ابن ماجہ، رقم ۱۲۲۵، ۴۲۳۷؛ السنن الکبریٰ، رقم ۱۳۵۷، ۱۳۵۹؛ ابن حبان، رقم ۲۵۰۷؛ احمد، رقم ۲۶۱۷۴، ۲۶۶۴۱، ۲۶۶۴۷، ۲۶۷۵۲، ۲۶۷۶۹ ؛ابو یعلیٰ، رقم ۶۹۳۳، ۶۹۷۳ اور عبد الرزاق، رقم ۴۰۹۱ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً ابن ماجہ، رقم ۱۲۲۵ میں 'كان أكثر صلاته قاعدًا' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثر نماز بیٹھ کر ادا فرماتے) کے الفاظ کے بجائے 'و كان أكثر صلاته وهو جالس' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثر نماز بیٹھ کر ادا فرماتے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً عبد الرزاق، رقم ۴۰۹۱ میں یہ الفاظ 'كان كثير من صلاته قاعدًا' (آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیادہ تر نماز بیٹھ کر ہوتی) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۱۶۵۴ میں 'إلا المكتوبة' (سوائے فرض نماز کے) کے بجائے ان کے مترادف الفاظ 'إلا الفريضة' (سوائے فرض نماز کے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۶۴۷ میں یہ الفاظ 'إلا الصلاة المكتوبة' (سوائے فرض نماز کے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابو یعلیٰ، رقم ۶۹۳۳ میں یہ الفاظ 'غير الفريضة' (فرض نماز کے علاوہ) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابن ماجہ، رقم ۱۲۲۵ میں 'وكان أحب العمل إليه' (اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ تھا) کے بجائے 'وكان أحب الأعمال إليه' (اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین اعمال وہ تھے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۶۶۴۱ میں یہ الفاظ 'وكان أعجب العمل إليه' (اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ تھا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابو یعلیٰ، رقم ۶۹۷۳ میں یہ الفاظ 'وكان أحب العمل إلى الله عز وجل' (اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پسندیدہ ترین عمل وہ ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۱۶۵۴ میں 'ما دام عليه الإنسان' (جس پر انسان کی مداومت ہو) کے بجائے 'أدومه' (جو مداومت کے ساتھ ہو) کا لفظ روایت کیا گیا ہے؛ نسائی، رقم ۱۶۵۵ میں یہ الفاظ 'ما داوم

علیہ‘(جس پر آدمی کی مداومت ہو) روایت کیے گئے ہیں؛ ابن ماجہ، رقم ۱۲۲۵ میں یہ الفاظ ’العمل الصالح الذي يدوم عليه العبد‘(عمل صالح جس پر بندے کی مداومت ہو) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۱۶۵۴ میں ’وإن كان يسيرًا‘(اگرچہ وہ ہلکا ہو) کے بجاے ’وإن قل‘ (اگرچہ وہ چھوٹا ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر

قرآن مجید میں اختلاط مرد وزن کے احکام

مختلف تعبیرات کی تفہیم اور تجزیہ

(۴)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امہات المومنین کی خصوصی حیثیت سے متعلق اہل علم کی تصریحات

سورۂ احزاب کی آیت اور اس موضوع سے متعلق احادیث کی روشنی میں جمہور مفسرین ومحدثین اور فقہا کا اس پر ایک عمومی اتفاق ہے کہ اس ہدایت کے نازل ہونے کے بعد اجنبی مردوں کے لیے ازواج مطہرات کے روبرو ہو کر ان سے بات کرنا ممنوع ٹھیرایا گیا تھا۔ بدیہی طور پر اس میں یہ بھی مضمر تھا کہ غیر محرموں کے لیے ازواج کے چہروں کو دیکھنا ممنوع ہے۔ ظاہر ہے، جب ازواج سے روبرو بات کرنے کو ممنوع ٹھیرایا گیا تو ان کے چہروں کو دیکھنے کی ممانعت خود بخود اس ہدایت میں شامل تھی۔ البتہ چہرے کو غیر محرموں سے چھپا کر رکھنے کی پابندی ضمناً تھی، جب کہ اصل ہدایت اس سے آگے بڑھ کر یہ تھی کہ اجنبی مرد بات کرتے ہوئے ازواج کے سامنے بھی نہ ہوں، بلکہ پردے کے پیچھے سے گفتگو کریں۔ چنانچہ جمہور فقہا، محدثین اور مفسرین حکم کے ان دونوں پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ غیر محرموں کے روبرو ہونے اور ان سے اپنے چہروں کو چھپا کر رکھنے کا حکم امہات المومنین کے لیے ایک خصوصی پابندی تھی جو عام مسلمان خواتین پر لازم نہیں کی گئی تھی۔

اس ضمن کی چند منتخب تصریحات یہاں نقل کی جا رہی ہیں۔

علماے تفسیر کی توضیحات

جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی (وفات ۹۶ھ) 'اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

أبيح للناس أن ينظروا إلى ما ليس بمحرم عليهم من النساء إلى وجوههن واكفهن، وحرم ذالك عليهم من أزواج النبي صلى الله عليه وسلم لما نزلت آية الحجاب ففضلن بذالك على سائر الناس. (شرح معانی الآثار ۳۳۲/۴)

"عام لوگوں کے لیے اس کو مباح رکھا گیا ہے کہ وہ غیر محرم خواتین کے چہروں اور ہاتھوں کو دیکھ سکتے ہیں، لیکن جب آیت حجاب نازل ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے باب میں اس کو لوگوں پر حرام ٹھیرا دیا گیا۔ یوں ازواج مطہرات کو باقی تمام لوگوں پر ایک فضیلت عطا کر دی گئی۔"

جلیل القدر تابعی مجاہد (وفات ۱۰۴ھ) سے مروی ہے:

عن مجاهد في قوله ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا﴾ قال: أزواج النبي عليهن الحجاب. (الدر المنثور ج ۱۱۰/۱۲)

"مجاہد نے 'وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا' کی تفسیر میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر حجاب لازم ہے۔"

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

تیسری صدی کے ممتاز ادیب اور عالم، ابو عثمان الجاحظ (وفات ۲۵۵ھ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے خاص معاملے کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

فلم يزل الرجال يتحدثون مع النساء في الجاهلية والإسلام، حتّٰى ضرب الحجاب على أزواج النبيّ ﷺ خاصّة. (رسائل الجاحظ ۱۴۹/۲)

"مرد، زمانۂ جاہلیت اور اسلام، دونوں میں خواتین کے ساتھ بات چیت کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ خاص طور پر صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر حجاب کو لازم کر دیا گیا۔"

مالکی فقیہ، قاضی بکر بن العلاء (وفات ۳۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قال بكر: ولما أنزل الله في أمهات المؤمنين: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾، فكُنّ لا يجوز للناس كلامُهن إلا من وراء

"جب اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کے متعلق یہ آیت نازل فرما دی کہ 'وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ'، تو لوگوں کے لیے ان کے ساتھ کلام کرنا جائز نہ رہا، الاّ یہ کہ

حجاب، خصصن بذالك دون سائرَ الناس من النساء، ولا يجوز أن يرَوْنَهن منتقبات ولا مُنتشِرات.

(احکام القرآن، بکر بن العلاء ۲/۳۱۸)

وہ پردے کے پیچھے رہ کر بات کریں۔ یہ پابندی باقی تمام خواتین کو چھوڑ کر خاص طور پر صرف ازواج مطہرات پر لازم کی گئی اور لوگوں کے لیے جائز نہ رہا کہ وہ انھیں دیکھیں، چاہے انھوں نے چہرے پر نقاب کی ہو یا ان کے چہرے کھلے ہوں۔''

امام بغوی (وفات ۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

فبعد آية الحجاب لم يكن لأحد أن ينظر إلى امرأة من نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم منتقبة كانت أو غير منتقبة. (تفسیر البغوی ۳/۶۵۷)

''آیت حجاب کے بعد کسی کے لیے یہ جائز نہ رہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی کو بھی دیکھے، چاہے انھوں نے چہرے پر نقاب ڈالی ہوئی ہو یا نہ ڈالی ہو۔''

اندلس کے مالکی عالم، قاضی ابن الفرس (وفات ۵۹۹ھ) لکھتے ہیں:

قال بعضهم لما أنزل الله تعالى في أمهات المؤمنين: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ خصصن بذالك دون سائر الناس. ولا يجوز أن يرون منتقبات. وكن إذا طفن بالبيت يستترن من الناس فلا يشاركن في الطواف. وأمر عمر أن لا يخرج في جنازة زينب بنت جحش إلا ذو محرم مراعاة للحجاب.

(احکام القرآن، ابن الفرس ۳/۴۳۹)

''بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کے متعلق یہ آیت نازل فرما دی کہ 'وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ' تو یہ پابندی باقی تمام خواتین کو چھوڑ کر خاص طور پر صرف ازواج مطہرات پر لازم کی گئی اور لوگوں کے لیے جائز نہ رہا کہ وہ انھیں دیکھیں، چاہے ان کے چہرے پر نقاب ہو۔ چنانچہ ازواج مطہرات جب بیت اللہ کا طواف کرتی تھیں تو لوگوں سے چھپ کر کرتی تھیں اور لوگوں کے ساتھ طواف میں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ سیدنا عمر نے اسی لیے، حجاب کے حکم کی پابندی کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ سیدہ زینب بنت جحش کے جنازے میں صرف ان کے محرم مرد نکلیں۔''

مفسر ابن جزی (وفات ۷۴۱ھ) اس نقطۂ نظر کے استدلال کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذه الآية نزلت في احتجاب أزواج النبي ﷺ ... قال بعضهم لما نزلت في أمهات المؤمنين ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ لم يكن لا يجوز للناس كلامهن إلا من وراء حجاب، ولا يجوز أن يراهن متنقبات ولا غير متنقبات، فخصصن بذلك دون سائر النساء. (تفسیر ابن جزی ۲/ ۱۵۷)

”یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجاب کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ بعض اہل علم نے کہا کہ جب امہات المومنین کے متعلق یہ ہدایت نازل ہوگئی کہ تمھیں جب ان سے کوئی چیز مانگنی ہو تو حجاب کے پیچھے سے مانگا کرو تو اس کے بعد لوگوں کے لیے ان کے ساتھ حجاب کے بغیر کلام کرنا جائز نہ رہا۔ اسی طرح ان کو نقاب کی حالت میں یا بغیر نقاب کے دیکھنا بھی جائز نہ رہا اور باقی تمام خواتین کو چھوڑ کر خاص طور پر ازواج مطہرات کے لیے یہ پابندی لازم کر دی گئی۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شاہ عبد القادر دہلوی (وفات ۱۲۳۰ھ) فرماتے ہیں:

”اس آیت میں حکم ہوا پردے کا کہ مرد، حضرت کے ازواج کے سامنے نہ جاویں۔ سب مسلمانوں کی عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں۔ اگر عورت سامنے ہو کسی مرد کے، سب بدن کپڑوں میں ڈھکا تو گناہ نہیں اور اگر نہ سامنے ہو تو بہتر ہے۔“ (موضح قرآن ۵۵۲)

نواب صدیق حسن خان (وفات ۱۳۰۷ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فَسْـَٔلُوهُنَّ) المتاع (مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) أي من وراء ستر بينكم وبينهن فبعد آية الحجاب لم يكن لأحد أن ينظر إلى امرأة من نساء رسول الله (صلى الله عليه وسلم) متنقبة كانت أو غير متنقبة ..... (وما كان) أي ما صح ولا استقام (لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ) بشيء من الأشياء كائنًا ما كان ومن جملة ذالك

”ان سے حجاب کے پیچھے سے مطلوبہ چیزیں طلب کیا کرو، یعنی تمھارے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہونا چاہیے۔ چنانچہ آیت حجاب کے بعد کسی کے لیے جائز نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی کو دیکھ سکے، چاہے وہ نقاب میں ہوں یا نقاب کے بغیر ہوں۔ (آگے فرمایا کہ) تمھارے لیے اللہ کے رسول کو کسی بھی طریقے سے اذیت پہنچانا روا نہیں جس کی ایک

دخول بيوته بغير إذن منه، واللبث فيها على غير الوجه الذي يريده، وتكليم نسائه من دون حجاب.

(فتح البیان فی مقاصد القرآن ۱۱/۱۳۰)

”شکل یہ بھی ہے کہ آپ کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوا جائے اور آپ کی منشا کے خلاف وہاں ٹھیرا جائے اور حجاب کے بغیر آپ کی ازواج سے بات چیت کی جائے۔“

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

﴿واتقين الله﴾ فِي كل الْأُمُور الَّتِي من جُمْلَتهَا الحجاب، قَالَ ابْن عَبَّاس: نزلت هَذِه فِي نسَاء النَّبِي خَاصَّة يَعْنِي وجوب الاحتجاب عَلَيْهِنَّ لَا على سَائِر نسَاء الْأمة فَإِن الحجاب فِي حقهن مُسْتَحبّ لَا وَاجِب وَلَا فرض.

(حسن الاسوۃ بما ثبت من اللہ ورسولہ فی النسوۃ ۱/۲۰۵)

”(اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی کی بیویو)، تمام معاملات میں اللہ سے ڈرو جن میں سے ایک معاملہ حجاب کا بھی ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ حکم خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے متعلق نازل ہوا ہے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ کی ازواج پر حجاب واجب تھا، جب کہ امت کی باقی خواتین کا حکم یہ نہیں، کیونکہ ان کے حق میں حجاب صرف پسندیدہ ہے، نہ واجب ہے اور نہ فرض۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محدثین کی تصریحات

محدثین کے ہاں حجاب کے حکم کی خصوصی نوعیت متعدد احادیث کی تشریح و توضیح کے ذیل میں زیر بحث آتی ہے، جن میں ازواج مطہرات پر حجاب لازم کیے جانے کا ذکر ہوا ہے یا اس کے برعکس عام خواتین کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ وہ حالت حجاب میں نہیں تھیں۔

اس نوعیت کی چند اہم تصریحات یہاں نقل کی جا رہی ہیں۔

امام بیہقی نے ایک حدیث کی تشریح امام شافعی (وفات ۲۰۴ھ) سے یوں نقل کی ہے:

عظم الله به أزواج النبي ﷺ امهات المومنين رحمهن الله وخصهن به وفرق بينهن وبين النساء إن اتقين

”اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور امہات المومنین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں اور عام خواتین میں

ثم تلا الآيات في اختصاصهن بأن جعل عليهن الحجاب من المومنين وهن أمهات المومنين ولم يجعل على امرأة سواهن أن تحتجب ممن يحرم عليه نكاحها. (بیہقی، السنن الکبریٰ ۲۱/ ۴۷۴)

فرق کرتے ہوئے خاص طور پر امہات المومنین کے لیے حجاب کا حکم دیا ہے۔ امام شافعی نے امہات المومنین کے خصوصی احکام سے متعلق آیات نقل کی ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے ازواج پر اہل ایمان سے حجاب میں رہنے کو لازم کیا ہے، حالاں کہ ان کا درجہ امہات المومنین کا ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور عورت پر اللہ نے لازم نہیں کیا کہ وہ غیر محرم مردوں سے حجاب میں رہے۔“

امام ابوجعفر الطحاوی (وفات ۳۲۱ھ) ایک حدیث کا محل واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ أَرَادَ بِذَالِكَ حِجَابَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُنَّ قَدْ كُنَّ حُجِبْنَ عَنِ النَّاسِ جَمِيعًا إِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ. فَكَانَ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَرَاهُنَّ أَصْلًا إِلَّا مَنْ كَانَ بَيْنَهُنَّ وَبَيْنَهُ رَحِمٌ مَحْرَمٌ وَغَيْرُهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ لَسْنَ كَذَالِكَ لِأَنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ مِنَ الْمَرْأَةِ الَّتِى لَا رَحِمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا وَلَيْسَتْ عَلَيْهِ بِمَحْرَمَةٍ إِلَى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا.

(شرح معانی الآثار ۴/ ۳۳۲)

”ممکن ہے کہ اس سے حجاب کا وہ حکم مراد ہو جو امہات المومنین کے لیے تھا، کیونکہ ان کو محرم رشتہ داروں کے علاوہ تمام لوگوں سے حجاب میں رہنے کا پابند کیا گیا تھا۔ چنانچہ کسی کے لیے جائز نہیں تھا کہ وہ کسی بھی حالت میں ان کو دیکھ سکے، سوائے ان کے جو ان کے محرم رشتہ دار ہوں، جب کہ ان کے علاوہ عام خواتین کا معاملہ یہ نہیں ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی کسی غیر محرم عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھ لے۔“

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَكُنَّ أُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ خُصِصْنَ بِالْحِجَابِ مَا لَمْ يُجْعَلْ فِيهِ سَائِرُ النَّاسِ مِثْلَهُنَّ.

(شرح معانی الآثار ۴/ ۳۳۴)

”امہات المومنین پر خاص طور پر حجاب کی پابندی لازم کی گئی، جس میں باقی تمام عورتیں ان کے مانند نہیں ہیں۔“

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

صحیح بخاری کے شارح، علامہ ابن بطال (وفات ۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

وفيه: أن نساء المؤمنين ليس لزوم الحجاب لهم فرضًا في كل حال كلزومه لأزواج النبي، ولو لزم جميع النساء فرضًا لأمر النبي الخثعمية بالاستتار، ولما صرف وجه الفضل عن وجهها، بل كان يأمره بصرف بصره، ويعلمه أن ذالك فرضه، فصرف وجهه وقت خوف الفتنة وتركه قبل ذالك الوقت. وهذا الحديث يدل أن ستر المؤمنات وجوهن عن غير ذوى محارمهن سنة، لإجماعهم أن المرأة أن تبدي وجهها في الصلاة، ويراه منها الغرباء، وأن قوله: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ على الفرض في غير الوجه، وأن غض البصر عن جميع المحرمات وكل ما يخشى منه الفتنة واجب.

(ابن بطال، شرح صحیح البخاری ۱۱/۹)

”اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عام مسلمان خواتین پر حجاب ہر ہر حالت میں فرض نہیں ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر تھا۔ اگر سب خواتین پر حجاب فرض ہوتا تو آپ بنو خثعم کی خاتون کو اپنا چہرہ چھپانے کی ہدایت فرماتے اور صرف فضل بن عباس کے چہرے کو اس خاتون کے چہرے کی طرف سے نہ پھیرتے۔ آپ نے خاتون کو چہرہ چھپانے کے بجاے فضل سے کہا کہ وہ اپنی نگاہ دوسری طرف کر لیں اور ان کو بتایا کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے (نہ کہ خاتون کی ذمہ داری)۔ چنانچہ آپ نے فضل کا چہرہ اسی وقت پھیرا جب فتنے کا خوف محسوس کیا، جب کہ اس سے پہلے ایسا نہیں کیا۔ یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مومن عورتوں کے لیے غیر محرموں سے اپنے چہرے کو چھپانا (فرض نہیں، بلکہ) سنت ہے، کیونکہ فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے چہرے کو ننگا رکھے گی اور غیر محرم بھی اس کو اس حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ’قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ‘ سے مراد یہ ہے کہ چہرے کے علاوہ باقی جسم سے نگاہوں کو نیچا رکھنا فرض ہے اور یہ کہ تمام حرام چیزوں اور ہر ایسی چیز سے نگاہ کو نیچا رکھنا واجب ہے جس میں فتنے کا خوف ہو۔“

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ایک اور حدیث کے ذیل میں ابن بطال لکھتے ہیں:

وفیه: أن الحجاب لیس بفرض علی نساء المؤمنین، وإنما هو خاص لأزواج النبي، کذالك ذکره الله في کتابه بقوله: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾.

(ابن بطال، شرح صحیح البخاری ۶/ ۳۵)

’’اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمان خواتین پر حجاب فرض نہیں ہے، بلکہ یہ پابندی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس آیت میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ ’وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ‘۔‘‘

ابن بطال، امام طبری سے نقل کرتے ہیں:

قال الطبري: في حدیث عائشة فرض الحجاب علی أزواج النبي لقول عمر للنبي (أحجب نساءك) وقال في حدیث آخر: (یا رسول الله، لو حجبت أمهات المؤمنین فإنه یدخل علیهن البر والفاجر. فنزلت آیه الحجاب). قال غیره: ویدل علی صحة ذالك قول الفقهاء أن إحرام المرأة في وجهها کفیها، وإجماعهم أن لها أن تبرز وجهها للأشهاد علیها، ولا یجوز ذالك في أمهات المؤمنین. وقد اختلف السلف في تأویل قوله تعالیٰ: ﴿وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ .... والظاهر والله أعلم یدل علی أنه الوجه والکفان، لأن المرأة یجب علیها أن تستر في الصلاة کل موضع منها إلا وجهها وکفیها، وفي ذالك دلیل أن الوجه

’’طبری کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر حجاب فرض کیا گیا تھا، کیونکہ سیدنا عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنی بیویوں کو حجاب میں رکھیے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ، اگر آپ امہات المومنین کو حجاب میں رکھیں تو بہتر ہو گا، کیونکہ آپ کے پاس نیک اور بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ اس پر حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ اس کی وضاحت فقہا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے اور ہاتھوں میں ہے، (یعنی ان کو ننگا رکھنا حالت احرام میں اس پر لازم ہے)۔ اسی طرح فقہا کا اجماع ہے کہ عام خواتین کے لیے گواہی سے متعلق معاملات میں اپنے چہرے کو ننگا کرنا جائز ہے، جب کہ امہات المومنین کے معاملے میں یہ جائز نہیں تھا۔ علماے سلف کا اس آیت کی تفسیر

والکفين يجوز للغرباء أن يروه من المرأة.(شرح صحیح البخاری ۹/ ۲۰)

میں اختلاف ہے کہ 'وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'۔ آیت اپنے ظاہر کے لحاظ سے دلالت کرتی ہے کہ ظاہری زینت سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں، کیونکہ عورت کے لیے نماز میں اپنے پورے جسم کو چھپانا فرض ہے، سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو غیر محرم دیکھ سکتے ہیں۔"

جلیل القدر مالکی عالم قاضی عیاض (وفات ۵۴۴ھ) نے بھی اس نکتے کی وضاحت متعدد مقامات پر کی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفيه دليل على إحرام المرأة في وجهها، قيل: وفيه أن الحجاب مرفوع عن النساء، ثابت على أزواج النبي ﷺ على نص التلاوة؛ إذ لم يأمرها النبي بستر وجهها، وقد يقال: إن هذا كان قبل نزول الآية بإدناء الجلابيب والستر. قال أبو عبد الله: والاستتار للنساء سنة حسنة والحجاب على أزواج النبي ﷺ فريضة.

(اکمال المعلم ۴/ ۴۴۰)

"اس میں دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کا چہرہ ننگا ہونا چاہیے، کیونکہ آپ نے اس خاتون کو اپنا چہرہ چھپانے کے لیے نہیں کہا۔ کہا گیا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عام خواتین پر تو حجاب کی پابندی لازم نہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر لازم تھی، جیساکہ قرآن کی آیت میں تصریح ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ معاملہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا تھا جس میں بڑی چادر جسم پر ڈالنے اور جسم کو چھپانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ عام خواتین کے لیے اپنے جسم کو ڈھانپنا ایک بہت پسندیدہ طریقہ ہے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر حجاب فرض تھا۔"

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ایک اور حدیث کے تحت بھی قاضی ابو عبد اللہ کا یہی قول نقل کرتے ہیں:

قال القاضي أبو عبد الله بن المرابط: الاستتار للنساء سنة حسنة، والحجاب على أزواج النبي ﷺ فريضة.
(اکمال المعلم ۴/ ۲۸۳)

"قاضی ابو عبد اللہ المرابط کہتے ہیں کہ عام خواتین کے لیے اپنے جسم کو ڈھانپنا ایک بہت پسندیدہ طریقہ ہے، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر حجاب فرض تھا۔"

ایک اور مقام پر قاضی عیاض نے لکھا ہے:

فرض الحجاب مما اختص به أزواج النبي ﷺ، ولا خلاف في فرضه عليهن في الوجه والكفين الذي اختلف في ندب غيرهن إلى ستره. قالوا: ولا يجوز لهن كشف ذالك لشهادة ولا غيرها، ولا ظهور أشخاصهن وإن كن مستترات إلا ما دعت إليه الضرورة من الخروج للبراز كما جاء في الحديث، وقد كن إذا خرجن جلسن للناس من وراء حجاب، وإذا خرجن لضرورة حجبن وسترن أشخاصهن. كما جاء في حديث حفصة يوم موت عمر، ولما ماتت زينب صنع على نعشها قبة تستر جسمها، وقد قال تعالىٰ: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾.
(اکمال المعلم ۷/ ۵۷)

"حجاب کی فرضیت کا حکم خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے دیا گیا تھا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ازواج مطہرات پر چہرے اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھنا فرض تھا، جب کہ ان کے علاوہ عام خواتین کے لیے اس کے مستحب ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ علما کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات کے لیے گواہی کے لیے یا کسی بھی دوسرے معاملے کے لیے اپنے چہرے کو ننگا کرنا جائز نہیں تھا۔ اسی طرح ان کے لیے گھروں سے باہر نکلنا بھی درست نہیں تھا، چاہے انھوں نے اپنے جسم ڈھانپ رکھے ہوں، الاّ یہ کہ رفع حاجت جیسی ناگزیر ضرورت کے لیے نکلنا پڑے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ چنانچہ جب وہ باہر نکلتیں تو لوگوں کے ساتھ بات چیت کے لیے پردے کی اوٹ میں بیٹھتی تھیں اور جب کسی ضرورت کے تحت نکلتیں تو بھی حجاب کا اور اپنے جسم کو چھپا کر رکھنے کا اہتمام کرتی تھیں، جیسا کہ سیدنا عمر کی وفات کے موقع پر سیدہ حفصہ کے واقعے میں آیا ہے۔ اور جب سیدہ زینب کی

وفات ہوئی تو ان کے جسم کے اوپر ایک چھتری تان دی گئی جس سے ان کا جسم چھپ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ 'وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ'۔"

ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

وفي هذا كله عند العلما حجة أنه ليس بواجب أن تستر المرأة وجهها، وإنما ذالك استحباب وسنة لها، وعلى الرجل غض بصره عنها. وغض البصر يجب على كل حال في أمور: كالعورات وأشباهها. ويجب مرة على حال دون حال مما ليس بعورة، فيجب غض البصر إلا لغرض صحيح من شهادة أو تقليب جارية للشراء، أو النظر لامرأة للزواج، أو نظر الطبيب، ونحو هذا. وقد اختلف السلف من العلما في معنى قوله: ﴿وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا﴾، فذهب جماعة من السلف: أنه الوجه والكفان. قال القاضي إسماعيل: وهو الظاهر لأن المرأة يجب عليها أن تستر في الصلاة كل موضع منها لا يراه الغرباء إلا وجهها وكفيها، فدل أنه مما يجوز للغرباء أن يروه وهو قول مالك. قالوا: والمراد

"علما کے نزدیک ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپا کر رکھنا واجب نہیں، بلکہ مستحب اور سنت ہے، البتہ مردوں پر لازم ہے کہ وہ خواتین کی طرف دیکھنے سے گریز کریں۔ غض بصر بعض اعضا سے متعلق تو ہر حال میں واجب ہے، جیسے جسم کے پوشیدہ حصے، جب کہ پوشیدہ اعضا کے علاوہ جسم کے باقی حصوں میں غض بصر بعض حالات میں واجب ہے اور بعض میں نہیں۔ مثلاً کوئی بھی جائز غرض ہو تو اس کے لیے غض بصر واجب نہیں، جیسے گواہی دینا یا کسی باندی کو خریدنے کے لیے اس کے جسم کو الٹ پلٹ کر دیکھنا یا نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنا یا معالج کا مریضہ کو دیکھنا وغیرہ۔ علماے سلف کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد 'وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا' کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کی راے یہ ہے کہ اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں۔ قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ یہی واضح بات ہے، کیونکہ عورت پر نماز میں اپنے پورے جسم کو چھپانا واجب ہے تا کہ اجنبی نہ دیکھ سکیں،

بالزينة مواضع الزينة، وقيل: المراد: الثياب، ولا خلاف أن فرض ستر عورة الوجه مما اختص به أزواج النبي ﷺ منذ نزل الحجاب.

(اکمال المعلم ۷/ ۳۸)

لیکن چہرہ اور ہاتھ چھپانا واجب نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چہرے اور ہاتھ کو دیکھنا (نماز کے علاوہ بھی) غیر محرموں کے لیے جائز ہے اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ علمانے کہا ہے کہ آیت میں زینت سے مراد وہ اعضا ہیں جن پر زینت کی گئی ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد لباس ہے۔ بہر حال اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد چہرے کو چھپا کر رکھنے کی فرضیت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے ایک خصوصی حکم تھا۔“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مذکورہ اقتباس میں قاضی عیاض نے اہل علم کا یہ موقف نقل کیا ہے کہ عورت پر اپنے چہرے کو چھپانا واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے، البتہ مردوں کو چاہیے کہ ان سے غض بصر کریں۔ قاضی عیاض کے اس بیان کو حسب ذیل شارحین اور فقہا نے نقل کر کے اس کی تائید کی ہے:

امام نووی (شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۱۳۹)۔

عبد الرؤف المناوی (فیض القدیر ۱/ ۵۳۰)۔

ملا علی القاری (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۵/ ۲۰۵۲)۔

علامہ طیبی (الکاشف عن حقائق السنن ۷/ ۲۲۷۰)۔

علامہ قسطلانی (المواہب اللدنیہ ۲/ ۳۶۳)۔

الصنعانی (التحبیر لایضاح معانی التیسیر ۶/ ۲۶۱)۔

شرف الحق عظیم آبادی (عون المعبود شرح ابی داؤد ۶/ ۱۳۱)۔

عبد الرحمٰن مبارک پوری (تحفۃ الاحوذی ۸/ ۵۰)۔

خلیل احمد سہارنپوری (بذل المجہود ۸/ ۸۶)۔

وہبہ الزحیلی (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۶۵۲)۔

قاضی ابو العباس القرطبی (وفات ۶۵۶ھ) ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وفيه دليل على أن المرأة تكشف وجهها في الإحرام، وأنها لا يجب عليها ستره وإن خيف منها الفتنة، لكنها تندب إلى ذالك، بخلاف أزواج النبي ﷺ، فإن الحجاب عليهن كان فريضة.
(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳/۴۴۱)

”اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت حالت احرام میں اپنے چہرے کو ننگا رکھے گی اور اس پر اس کو چھپانا واجب نہیں، چاہے اس سے فتنے کا خوف ہو، البتہ اس کے لیے (خوف فتنہ کے وقت) ایسا کرنا مستحب ہے۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ ان پر (ہر حالت میں) حجاب فرض تھا۔“

نزول حجاب سے متعلق سیدہ عائشہ کی روایت کے تحت لکھتے ہیں:

قلت: وهذا الحجاب الذي أمر به أزواج النبي ﷺ وخُصِّصن به هو في الوجه والكفين. قال القاضي عياض: لا خلاف في فرضه عليهن في الوجه والكفين الذي اختلف في ندب غيرهن إلى ستره، قالوا: ولا يجوز لهن كشف ذالك لشهادة ولا غيرها، ولا ظهور أشخاصهن، وإن كن مستترات إلا ما دعت إليه الضرورة من الخروج إلى البراز، وقد كن إذا خرجن جلسن للناس من وراء حجاب، وإذا خرجن لحاجة حجبن وسترن.
(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۵/۴۹۷)

”یہ حجاب جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حکم دیا گیا اور خاص طور پر انھی کو اس کا پابند کیا گیا، اس کا تعلق چہرے اور ہاتھوں سے تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ازواج مطہرات پر چہرے اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھنا فرض تھا، جب کہ ان کے علاوہ عام خواتین کے لیے اس کے مستحب ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ علما کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات کے لیے گواہی کے لیے یا کسی بھی دوسرے معاملے کے لیے اپنے چہرے کو ننگا کرنا جائز نہیں تھا۔ اسی طرح ان کے لیے گھروں سے باہر نکلنا بھی درست نہیں تھا، چاہے انھوں نے اپنے جسم ڈھانپ رکھے ہوں، الاّ یہ کہ رفع حاجت جیسی ناگزیر ضرورت کے لیے نکلنا پڑے۔ چنانچہ جب وہ باہر نکلتیں تو لوگوں کے ساتھ بات چیت کے لیے پردے کی اوٹ میں بیٹھتی تھیں اور جب کسی ضرورت کے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تحت نکلتیں تو بھی ان کے لیے حجاب اور ستر کا اہتمام کیا جاتا تھا۔‘‘

صحیح بخاری کے شارح، علامہ ابن الملقن (وفات ۸۰۴ھ) لکھتے ہیں:

وفيه: فرض الحجاب على أمهات المؤمنين؛ لقول عمر: (احجب نساءك). وقال في حديث آخر: يا رسول الله، لو حجبت أمهات المؤمنين فإنه يدخل عليهن البر والفاجر. فنزلت آية الحجاب يوضحه قول الفقهاء: إن إحرام المرأة في وجهها وكفيها، وإجماعهم أن لها أن تبرز وجهها للإشهاد عليها، ولا يجوز ذالك في أمهات المؤمنين.

(التوضيح لشرح الجامع الصحيح ۲۹/۴۹)

’’اس حدیث سے امہات المومنین پر حجاب کی فرضیت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ سیدنا عمر نے کہا کہ یا رسول اللہ، اپنی بیویوں کو حجاب میں رکھیے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ، اگر آپ امہات المومنین کو حجاب میں رکھیں تو بہتر ہوگا، کیونکہ آپ کے پاس نیک اور بد ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ اس پر حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ اس کی وضاحت فقہا کے اس قول سے ہوتی ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے اور ہاتھوں میں ہے، (یعنی ان کو ننگا رکھنا حالت احرام میں اس پر لازم ہے)۔ اسی طرح فقہا کا اجماع ہے کہ عام خواتین کے لیے گواہی سے متعلق معاملات میں اپنے چہرے کو ننگا کرنا جائز ہے، جب کہ امہات المومنین کے معاملے میں یہ جائز نہیں تھا۔‘‘

ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

أن الحجاب إنما فرض على أزواج النبي ﷺ خاصة، كما نص عليه في كتابه بقوله: ﴿يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ﴾.

(التوضيح ۲۵/۱۱۲)

’’حجاب تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر فرض کیا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ’يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ‘ کہہ کر تصریح کی ہے۔‘‘

امام بدر الدین العینی (وفات ۸۵۵ھ) ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالْأَحَادِيث الْمَذْكُورَة فِي هَذَا الْبَاب كلهَا دَالَّة على الحجاب، وَحَدِيث عَائِشَة هَذَا الْمَذْكُور وَإِن لم يذكر فِيهِ الحجاب صَرِيحًا لِأَن ظَاهره عَدمه وَلَكِن فِي أَصله مَذْكُور فِي مَوضِع آخر، وَعَن هَذَا قَالَ عِيَاض: فرض الحجاب مِمَّا اخْتصَّ بِهِ أَزوَاجه ﷺ فَهُوَ فرض عَلَيْهِنَّ بِلَا خلاف فِي الْوَجْه وَالْكَفَّيْنِ.

(عمدۃ القاری ۱۹/ ۱۲۴)

”اس باب میں مذکورہ تمام احادیث حجاب پر دلالت کرتی ہیں۔ سیدہ عائشہ کی مذکورہ حدیث میں اگرچہ حجاب کا ذکر صراحتاً نہیں ہوا، کیونکہ بظاہر اس سے حجاب کا لازم نہ ہونا، (یعنی ضرورت کے تحت ازواج کا گھروں سے نکلنا) معلوم ہوتا ہے، لیکن دوسرے مقام پر اس روایت میں حجاب کا ذکر موجود ہے۔ اسی وجہ سے قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حجاب کی فرضیت کا تعلق خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے تھا اور کسی اختلاف کے بغیر ان پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو پردے میں رکھنا فرض تھا۔“

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

أنهن قد حجبن عن الناس جميعًا إلا مَن كان منهم ذو رحم محرم، وقد فُضِّلْنَ بذالك على سائر النساء وهن لسن كذالك لأنه يجوز أن ينظر الرجل إلى وجه الأجنبية وكفيها لقوله تعالى: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾.

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار ۱۴/ ۲۱۱)

”ازواج مطہرات کو محرم رشتہ داروں کے علاوہ تمام لوگوں سے پردے میں رہنے کا پابند کر دیا گیا۔ اس معاملے میں ان کو باقی تمام خواتین پر فضیلت دی گئی ہے اور ازواج کا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے، کیونکہ عام خواتین کے معاملے میں مرد کے لیے غیر محرم کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خواتین اپنی زینت نمایاں نہ کریں، سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو۔“

علامہ قسطلانی (وفات ۹۲۳ھ) ”المواہب اللدنیہ“ میں لکھتے ہیں:

ومنها أنه يحرم رؤية أشخاص أزواجه في الأزر وكذا يحرم كشف

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی ازواج کو معمول کے

وجوههن وأكفهن لشهادة أو غيرها، كما صرحه به القاضي عياض، وعبارته: فرض الحجاب مما اختصصن به، فهو فرض عليهن بلا خلاف في الوجه والكفين، .... وأما حكم نظر غير أزواجه ففي الروضة وأصلها عن الأكثرين: جواز النظر إلى وجه حرة كبيرة أجنبية وكفيها إذا لم يخف فتنة، مع الكراهة.(۳۶۲/۲)

لباس میں دیکھنا، (جب کہ ان کا پورا جسم ڈھانپا نہ گیا ہو) حرام تھا۔ اسی طرح ان کے لیے گواہی یا کسی دوسرے مقصد کے لیے بھی اپنے چہرے کو ننگا کرنا حرام تھا، جیسا کہ قاضی عیاض نے تصریح کی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ حجاب کی فرضیت ازواج مطہرات کے لیے خصوصی حکم تھا، چنانچہ کسی اختلاف کے بغیر ان پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپا کر رکھنا فرض تھا۔ جہاں تک ازواج مطہرات کے علاوہ عام خواتین کی طرف دیکھنے کا معاملہ ہے تو ''روضہ'' اور اس کے اصل متن میں اکثر علما کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ آزاد اور بالغ غیر محرم عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے، اگرچہ ناپسندیدہ ہے، جب کہ فتنے کا خوف نہ ہو۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

امام سیوطی نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں ''باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بتحریم رویۃ اشخاص ازواجہ فی الازر وسوالہن مشافہۃ'' کے عنوان سے یہی موقف فقہاے شوافع میں سے رافعی، بغوی اور امام نووی سے بھی نقل کیا ہے (۴۳۸/۲)۔

[باقی]

محمد بلال

حیات امین احسن

(۳)

باب ۴

جماعت اسلامی میں شمولیت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جب ''الاصلاح'' شائع ہو رہا تھا، اس وقت سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کانگریس پر سخت تنقید کر رہے تھے اور متحدہ قومیت کے تصور کو غلط قرار دے رہے تھے۔ ڈاکٹر منصور الحمید نے امین احسن کا انٹرویو لیا۔ اس میں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے امین احسن نے کہا:

''جب جماعت اسلامی قائم ہوئی تو واقعہ یہ ہے کہ میں ایک حادثے کے طور پر اس میں شامل ہو گیا۔ یہ راز بہر حال مولانا مودودی مرحوم جانتے تھے اور اب بھی بعض چوٹی کے لوگ اس سے آگاہ ہیں۔ اس حادثے کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا مودودی صاحب مرحوم ان دنوں بہتی گنگا میں نہا رہے تھے۔ یعنی وہ متحدہ قومیت کے خلاف، جسے مسلم لیگ نے ایک ایسی تحریک بنا دیا تھا کہ اس کی مخالفت کا کوئی امکان ہی نہیں تھا، کانگریسی علما پر سخت تنقید کر رہے تھے۔ چونکہ مودودی صاحب کے قلم میں زور بھی تھا اس لیے جب انھوں نے اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا تو مجاہد و غازی بن گئے۔'' (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۴۶)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا مودودی مسلم لیگ کے بارے میں یہ بھی لکھتے تھے کہ وہ 'کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا' (اللہ کے بندو، سب بھائی بھائی بن جاؤ) کی داعی ہے۔ امین احسن نے اس پر لکھا کہ جہاں تک

متحدہ قومیت کے غلط ہونے کا تعلق ہے تو اس کے غلط ہونے میں کسی شبہ کی گنجایش نہیں ہے، لیکن مسلم لیگ کی دعوت یہ نہیں ہے کہ اس کے مقابلے میں مسلم لیگ جو دعوت دے رہی ہے، وہ یہ ہے کہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔'' اس جماعت کو لوگوں کے دین، ایمان، عقائد، اخلاق اور کردار سے کوئی بحث نہیں۔ اس کی دعوت 'کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا' کی اسلامی دعوت نہیں ہے، حالاں کہ کرنے کا اصل کام یہ ہے اور انبیا و صلحا کی دعوت ہمیشہ یہی رہی ہے۔

لہٰذا مولانا مودودی اگر اسلام کے لیے بیداری پیدا کرنا چاہتے ہیں تو انھیں لوگوں کو اسلام پر مجتمع ہونے کی دعوت دینی چاہیے۔ امین احسن نے اپنے انٹرویو میں کہا:

''میں نے مولانا مودودی صاحب کو اس پر غور کرنے کی دعوت دی اور یہ لکھا کہ اگر دعوت دینی ہے تو اسلام کی دعوت دیجیے، مسلم لیگ کی دعوت کو 'کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا' کی دعوت سمجھنا صریح غلطی ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے میرے موقف کو صحیح تسلیم کر لیا اور میرے اور ان کے درمیان صلح ہو گئی۔''

(سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۴۶)

اس کے بعد مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسۃ الاصلاح میں امین احسن سے ملاقات کی اور سوال کیا:

''اگر 'کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا' کی بنیاد پر کوئی جماعت قائم کی جائے تو کیا آپ اس میں شمولیت اختیار کریں گے؟''

امین احسن نے کہا:

''مدرسہ میں میری ذمہ داریاں بے حد اہم ہیں اور مجھے مولانا فراہی کے ناتمام کاموں کی تکمیل کرنی ہے، لہٰذا میں کسی دوسرے کام میں شریک تو نہیں ہو سکتا، البتہ ایسے کام کو مبارک سمجھتا ہوں۔ یہ کام ہونا چاہیے۔ آپ حضرات یہ کام کیجیے۔''

منظور نعمانی نے اصرار کیا:

''مولانا مودودی سے ایک ملاقات ضرور کریں، کیونکہ وہ ایک جماعت کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔''

امین احسن راضی نہ ہوئے۔ مولانا منظور نعمانی کا اصرار دباؤ کی صورت اختیار کر گیا۔ بالآخر وہ امین احسن کو لاہور لانے میں کامیاب ہو گئے۔ ملاقات ہوئی۔ بعد میں مولانا نعمانی نے پوچھا:

''آپ نے مولانا مودودی کو کیسا پایا؟''

www.javedahmedghamidi.com www.al-mawrid.org

امین احسن خاموش رہے —— مولانا نعمانی نے تیسری بار پوچھا تو بولے:

'دع شأنه، یامولانا، لا فرق بينه و بين پرویز' (مولانا ان کا قصہ چھوڑیئے۔ان کے اور پرویز کے درمیان کوئی فرق نہیں)۔

اپنے انٹرویو میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے امین احسن نے کہا:

''یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس زمانے میں پرویز کے مضامین مفید نکلتے تھے اور وہ ''ترجمان القرآن'' اور ''الاصلاح'' دونوں میں شائع ہوتے تھے۔میرا مطلب یہ تھا کہ وہ بس پرویز کی طرح اچھے مضمون نگار ہیں۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔اس پر مولانا منظور نعمانی صاحب کہنے لگے۔دیکھو! اب اسماعیل شہید اور سید احمد شہید جیسے لوگ نہیں ملیں گے۔اب تو کام چلاؤ آدمی چاہیے۔اس لیے اگر کوئی شخص اس کام کے لیے اٹھ کھڑا ہو تو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ میں نے کہا آپ حضرات ساتھ دیجیے اور کام بھی کیجیے۔ میں کب کہتا ہوں کہ اسماعیل شہید اور سید صاحب جیسے لوگ نہ ملیں تو کام ہی نہ ہو۔ میں نے کہا میں اس مسئلہ پر غور کروں گا، لیکن آپ حضرات یہ کام کریں، میں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالوں گا۔'' (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۴۶-۴۷)

امین احسن مولانا مودودی کی تحریک سے متاثر نہ ہوئے، اس بات کو جناب ضیاء الدین اصلاحی نے بھی موضوع بنایا ہے۔لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں وہ مدرستہ الاصلاح سرائے میر میں درس وتدریس کی خدمت پر مامور رہ کر مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی ترتیب واشاعت اور اپنی بعض کتابوں کی تحریر و تسوید میں مشغول تھے اسی زمانے میں ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کے دعوتی وانقلابی مضامین اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی موثر اور دل نشیں متکلمانہ تحریروں کا غلغلہ بلند ہوا جن سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے علاوہ وہ علما بھی متاثر ہوئے جو وقت کے تقاضوں اور زمانے کے حالات سے کسی قدر باخبر تھے۔ لیکن مولانا امین احسن نے شروع میں ان کا کوئی اثر قبول نہیں کیا کیونکہ ان پر اس وقت تک اپنے استاد مولانا عبد الرحمٰن نگرامی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اثر ترک موالات، تحریک خلافت، مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی خیالات کا اثر تھا۔اس کے علاوہ وہ خود جس فکر کے حامل تھے اس کے اپنے خاص تقاضے اور مطالبے تھے۔اس کے ساتھ دوسرے افکار اور تحریکوں کا میل نہیں ہو سکتا تھا۔اسی لیے غالباً وہ اس سے قریب نہیں ہو سکے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' پر ''الاصلاح'' کے کئی نمبروں میں تنقید لکھی۔'' (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۸-۹)

سید مودودی نے ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ جماعت اسلامی کا مرکزی دفتر دارالاسلام پٹھان کوٹ (گورداس پور) میں قائم ہوا۔ امین احسن اس کے تاسیسی اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے، مگر جب تاسیس میں شامل ارکان کے نام شائع ہوئے تو ان میں امین احسن کا نام بھی شامل تھا۔ یہ نام اصل میں مولانا منظور نعمانی نے اپنے اعتماد پر شائع کرا دیا تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے امین احسن کو بلایا اور پوچھا کہ تم گئے نہیں تو تمھارا نام کیسے آ گیا؟ امین احسن نے کہا: دراصل میں مولانا منظور نعمانی صاحب کی مروت میں آ گیا۔ انھوں نے میرے اعتماد پر نام ہی دے دیا ہے۔ اب تو یہ ٹھیک نہیں کہ میں اس کی تردید کروں۔ سید صاحب نے کہا: میں تردید کیے دیتا ہوں۔ امین احسن نے اسے مروت کے خلاف سمجھا اور ان سے کہا کہ آپ کاہے کو تردید کرتے ہیں۔ کوئی دینی کام ہی ہو گا، کوئی غیر دینی کام تو نہیں ہو گا۔ اس طرح امین احسن نے منظور نعمانی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائی۔

”پٹھان کوٹ کے ایک مخیر شخص چودھری نیاز علی ریٹائرڈ ایس ڈی او انہار نے اپنی ساٹھ ستر ایکڑ زمین خدمت دین کے لیے وقف کی، جس میں مسجد، عمارات اور دارالاقامہ بنوایا اور پروگرام بنایا کہ یہاں کچھ علما جمع ہو کر دین کا کام کریں۔ نیاز صاحب نے علامہ اقبال سے مشورہ کیا تو علامہ نے سید مودودی کا نام لیا کہ وہ اس کام کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ نیاز صاحب اور علامہ صاحب نے اس ضمن میں سید مودودی سے مراسلت کی۔ چنانچہ وہ ستمبر ۱۹۳۷ء کو حیدر آباد، دکن سے پہلے پٹھان کوٹ اور وہاں سے علامہ کے پاس لاہور آئے۔ ان کے ساتھ بات چیت کی، جس کے نتیجے میں انھوں نے پنجاب میں منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں وہ پٹھان کوٹ آ گئے۔ مگر شومئ قسمت اگلے ہی ماہ علامہ اقبال انتقال کر گئے۔ پٹھان کوٹ کے قریب قصبۂ جمال کی یہ بستی، جسے اس کے بانی نے دارالاسلام کے نام سے آباد کیا تھا، نہر کے کنارے درختوں میں گھری ہوئی بالکل دیہاتی منظر پیش کرتی تھی۔ یہاں شہری سہولتوں کا نشان تک نہ تھا۔ نہ بجلی نہ ذرائع آمد و رفت۔ تاہم سید مودودی کے رسالے ”ترجمان القرآن“ میں اس کی تفصیلات اور لائحۂ عمل پڑھ کر بہت سے لوگوں نے یہاں آنے کی تمنا کی تھی، ”ترجمان القرآن“ میں سید مودودی نے ایسے خطوں کے جواب میں جو کچھ لکھا، وہ ایک شاعر کے بقول یہ تھا:

یہ قدم قدم قیامت یہ سوادِ کوے جاناں
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

لہٰذا پھر اس صبر آزما پروگرام پر صرف انھی لوگوں نے لبیک کہا جو محض گفتار کے غازی نہ تھے۔

دارالاسلام میں جب سید مودودی نے مسلم لیگ سے اختلاف شروع کیا تو چودھری نیاز علی نے اسے پسند نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سید مودودی فروری ۱۹۴۹ء میں وہاں سے لاہور آگئے اور اسلامیہ پارک میں مقیم ہو گئے۔

اپریل ۱۹۴۱ء کے ''ترجمان القرآن'' میں سید مودودی نے ''ایک صالح جماعت کی ضرورت'' کے نام سے ایک مقالہ لکھا، جس میں کہا کہ دنیا کو آیندہ دور ظلمت سے بچانے اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ یہاں صحیح نظریہ موجود ہے، بلکہ صحیح نظریے کے ساتھ ایک صالح جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ اس مقالے میں انھوں نے برملا لکھا کہ ایسی جماعت کے افراد کو ایمانی اعتبار سے محکم اور غیر متزلزل اور عمل کے لحاظ سے قابل رشک اور نہایت بلند ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ انھیں موجودہ فاسد نظام تہذیب و تمدن اور سیاست کے خلاف عملاً بغاوت کرنی ہو گی اور اس راستے میں مالی ایثار سے لے کر قید و بند، بلکہ پھانسی کے پھندے کی توقع رکھنی ہو گی۔ اس اپیل کے نتیجے میں ۷۵ افراد کی مختصر تعداد اسلامیہ پارک (چوبرجی) لاہور میں جمع ہوئی۔ ۲۵/ اگست ۱۹۴۱ء کو جماعت اسلامی کی باقاعدہ تاسیس عمل میں آئی۔ سید مودودی اس کے پہلے امیر منتخب ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد چودھری نیاز نے اصرار کیا کہ مولانا مودودی اور ان کے ساتھی دوبارہ دارالاسلام چلے آئیں۔ چنانچہ ۱۵/ جون ۱۹۴۲ء کو جماعت اسلامی کا یہ مختصر قافلہ پٹھان کوٹ میں منتقل ہو گیا اور قیام پاکستان تک وہیں مقیم رہا۔ پاکستان بننے کے بعد اس قافلے نے ہجرت کی اور لاہور آ گئے۔ شروع میں ایک کھلے میدان میں خیموں میں بھی رہے۔ پھر جماعت اسلامی نے اچھرہ کے ذیل دار پارک کی کوٹھی کرائے پر لی، وہی دفتر بنا اور سید مودودی کی اقامت گاہ بھی۔'' (قومی ڈائجسٹ، جنوری ۱۹۸۰ء، ۴۳-۴۶)

اس کے ساتھ ہی جماعت کا نظام وسیع ہونے لگا۔ سید مودودی کے کاموں میں اضافہ ہو گیا۔ انھیں معاونت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نظر انتخاب امین احسن پر پڑی۔ تقاضا شروع کر دیا کہ امین احسن دارالاسلام منتقل ہو جائیں۔ ان کا پٹھان کوٹ میں مستقل قیام ضروری ہے۔ مرکز کی تمام ذمہ داریاں تنہا میرے لیے سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ امین احسن نے معذرت کی کہ میرے لیے مدرسہ چھوڑنے کا کوئی امکان نہیں ہے، مجھے مولانا فراہی کے کاموں کو انجام دینا ہے، پچاس ہزار روپے صرف اس مقصد کے لیے میرے پاس جمع ہیں اور اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، مگر سید مودودی اور مولانا منظور نعمانی کی طرف سے تقاضے، بلکہ دباؤ کا سلسلہ جاری رہا، اور اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ سید مودودی نے نہایت مدلل خطوط لکھنے شروع کر دیے۔ ادھر مدرسہ میں امین احسن کے لیے ایک مشکل پیدا ہو چکی تھی۔ وہاں انھیں بعض لوگوں کی رقابت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ امین احسن بڑی پیچیدہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

صورت حال کا شکار ہو گئے۔ایک طرف مدرسہ کی خدمت کا جذبہ تھا، دوسری طرف رقابت کے مسائل اور تیسری طرف جماعت اسلامی کا شدید تقاضا۔امین احسن نے اس مسئلے کے حل کے لیے استخارہ کے ساتھ ساتھ دیوان حافظ سے فال نکالی۔فال سے یہ شعر نکلا:

معرفت نیست دریں قوم خدایا سببی

تا برم گوہر خود را بہ خریدار دگر[1]

۱۹۴۱ء میں امین احسن نے سید مودودی کی حکومت الٰہیہ کے قیام کی دعوت پر لبیک کہا اور مدرستہ الاصلاح، دائرۂ حمیدیہ اور استاذ کے مسودات اور علمی کاموں کے لیے اپنے نام اس زمانے میں پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم چھوڑ کر دار الاسلام میں منتقل ہو گئے۔اور یوں وہ جماعت میں کسی عقیدت یا کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں، بلکہ حادثے کے طور پر شامل ہوئے۔اس ضمن میں امین احسن نے اپنے انٹرویو میں یہ بھی بتایا:

"مولانا مودودی مرحوم اور میرے درمیان ایک قدر مشترک بھی موجود تھی۔اور وہ یہ کہ تقلید و تقید سے میں بھی آزاد تھا اور تقلید اور تقید سے وہ بھی آزاد تھے۔بعد میں جماعتی مصالح کے تحت انھوں نے نجانے کتنی بیڑیاں پہن لیں اور ان سب مسائل کے ایک ایک کر کے قائل ہو گئے جن کا ہم پٹھان کوٹ میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔لیکن اس زمانے میں میرے اور ان کے سوچنے کے انداز میں کوئی خاص فرق نہیں تھا۔دینی معاملات پر ہم دونوں ایک ہی طرز پر سوچتے تھے، یعنی قرآن مجید پر اس طرح غور کیا جائے، فقہ پر اس طرح سے غور ہونا چاہیے، علما کو اس راستہ پر لایا جائے اور لوگوں کو یوں تبدیل کیا جائے۔ان تمام مسائل میں میرے اور ان کے سوچنے کا انداز تقریباً ایک ہی تھا۔تاہم اس قدرِ مشترک کے علاوہ میرے اور ان کے درمیان ایک نہایت گہرا ذوق اور فکر کا اختلاف بھی تھا۔مولانا حمید الدین کی فکر سے نہ ان کو دلچسپی تھی نہ یہ کام ان کے بس کا تھا۔تاہم یہ اختلاف ایسا نہیں تھا کہ میں ان سے تعاون نہ کر سکوں۔چنانچہ جماعت سے میرا جو تعلق قائم ہو گیا تھا میں نے اسے قائم رکھنا چاہا الا آں کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ میرے لیے اس تعلق کو برقرار رکھنا ناممکن ہو جائے۔" (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۴۷-۴۸)

"بہر حال امین احسن نائب امیر جماعت اسلامی کی ذمہ داری ادا کرنے لگے۔اس کے علاوہ مرکزی شوریٰ میں ہمیشہ شامل رہے اور سید مودودی کی غیر حاضری میں امیر جماعت کی ذمہ داری بھی ادا کرتے رہے۔

---

[1] "ان لوگوں کو پہچان نہیں ہے۔الٰہی، مدد کر کہ میں اپنا گوہر دوسرے خریدار کے سامنے پیش کروں۔"

ضیاء الدین صاحب اصلاحی کہتے ہیں کہ ''ترجمان القرآن'' پر نام تو مولانا مودودی کا چھپتا تھا، لیکن عملاً وہی اس کے مدیر ہو گئے تھے۔'' (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۹)

اس کے باوجود قرآن مجید پر غور و فکر اب بھی امین احسن کی تمام سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ خاص اوقات اس کے لیے وقف تھے۔ جماعتی معاملات میں بھی رہنمائی قرآن سے اخذ کرتے۔ ''دعوت دین اور اس کا طریق کار'' کی تصنیف اس کی ایک مثال ہے۔

جماعت کے قیام کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کو امیر جماعت کی شخصیت سے کچھ شکایتیں پیدا ہو گئیں۔ ان کے نزدیک جماعت کے مقاصد کے لحاظ سے امیر جماعت کو نہایت عبادت گزار اور متقی ہونا چاہیے تاکہ اس کی ذات سے سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جائے، مگر مولانا مودودی ان کے معیار تقویٰ پر پورے نہیں اترتے تھے، اس لیے وہ جماعت سے الگ ہو گئے۔ اس معاملے میں انھوں نے امین احسن کو بھی اعتماد میں لیا تھا، مگر وہ ان کی توقع کے برخلاف جماعت ہی میں رہے۔ امین احسن نے انھیں کہا کہ آپ حضرات تقویٰ اور عزیمت کے جس مقام پر ہیں، آپ کا امیر جماعت کی شخصیت پر اطمینان نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے، لیکن میں تو مولانا مودودی سے بھی گیا گزرا ہوں، میں اس چیز کو جماعت سے علیحدگی کی بنیاد نہیں بنا سکتا۔

اسی ضمن میں سلیم کیانی صاحب نے بتایا:

''جب بعض لوگ معمولی اختلافات کی وجہ سے جماعت سے الگ ہوئے تو مولانا اصلاحی نے تبصرہ کیا کہ میں ایسا سودائی نہیں ہوں کہ مودودی کی داڑھی کی لمبائی کے مسئلہ پر اسلام کا مستقبل خطرہ میں ڈال دوں۔''

(سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۲۴)

مولانا منظور نعمانی، امین احسن کے عزیز دوست تھے، مگر جب انھوں نے جماعت کے خلاف لکھا تو امین احسن نے اس تعلق کی پروا کیے بغیر ان کے خلاف مورچہ لگا لیا۔ اسی طرح جب کسی جانب سے بھی جماعت کو ہدف بنایا جاتا تو امین احسن اس کا بھرپور دفاع کرتے۔ ان کی اس دفاع پر مبنی تحریریں کتابی شکل میں ''تنقیدات'' کے نام سے شائع ہوئیں۔

۱۹۴۷ء میں پٹھان کوٹ کی تحصیل بھارت میں شامل ہو گئی۔ جماعت اسلامی کے اکابر اور مرکزی دفاتر دارالاسلام سے راولپنڈی اور پھر لاہور میں منتقل ہو گئے۔ لاہور میں آنے کے بعد شروع شروع میں وہ کھلے میدان میں خیموں میں رہے۔ پھر جماعت اسلامی نے اچھرہ ذیل دار پارک میں ایک کوٹھی کرایے پر لے لی۔

یہی کوٹھی جماعت اسلامی کا دفتر اور سید مودودی کی اقامت گاہ بنی۔

قیام پاکستان کے ساتھ امین احسن نے ایک علمی منصوبے پر کام کیا۔ انھوں نے اسلامی ریاست کے مقاصد، حقوق، فرائض اور اوصاف جیسے مسائل پر مضامین لکھے۔ پہلے یہ مضامین کتابچوں کی شکل میں شائع ہوئے، بعدازاں ''اسلامی ریاست'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ہال میں اسلامی دنیا کے علما کا اسلامک کلوکیم منعقد ہوا، آپ نے اس میں اسی موضوع پر عربی میں اپنا مقالہ پیش کیا۔

امین احسن کو جماعت اسلامی کے لیڈر کی حیثیت سے ۵/ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت ان کی قیام گاہ راولپنڈی سے گرفتار کر کے پہلے دو ہفتے اٹک جیل میں رکھا گیا اور وہاں سے ۲۲/ اکتوبر کو نیو سنٹرل جیل ملتان میں منتقل کر دیا گیا، جہاں مولانا مودودی مرحوم اور میاں طفیل محمد صاحب بھی قید تھے۔ جماعت کے یہ تینوں اکابر ۲۸/ مئی ۱۹۵۰ء کو اپنی رہائی تک ملتان ہی میں رہے۔ مولانا مرحوم نے اپنی کتاب ''دعوت دین'' اسی اسیری کے دوران میں مدون کی۔ نیز ''اسلامی ریاست'' اور ''پاکستانی عورت دوراہے پر'' کے ابواب تصنیف کیے (سہ ماہی تدبر، جولائی ۱۹۹۸ء، ۴)۔

نیو سنٹرل جیل ملتان سے ۸/ دسمبر ۱۹۴۹ء کو اپنے بیٹے ابوصالح اصلاحی مرحوم کے نام خط میں امین احسن لکھتے ہیں:

> ''تم جب بھی مجھ سے ملنے آئے تم نے میری زیر تصنیف کتاب ''اسلامی ریاست'' کا حال ضرور پوچھا۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ لوگوں کو اس کی تکمیل کے لیے جلدی ہے۔ میری دلی خواہش بھی یہی تھی کہ کتاب جلد ہی تیار ہو جائے، لیکن میرے ہاتھ کی تکلیف آج کل اس قدر بڑھ گئی ہے کہ کام تقریباً رک سا گیا ہے۔ اب میں نے حکومت کو لکھوایا ہے کہ مجھے اردو ٹائپ رائٹر رکھنے کی اجازت دی جائے۔ اگر ان حضرات نے اجازت دے دی تو خیر ورنہ سارا کام بند سمجھو۔ مکتبہ جماعت والوں کو مطلع کر دو کہ وہ کتاب کی تکمیل کے لیے جلدی نہ کریں۔ البتہ کتاب کے جو ابواب باہر موجود ہیں اگر ان کو شائع کرنا چاہیں تو شائع کر دیں، مگر چونکہ وہ کتاب کے متفرق ابواب ہیں اس وجہ سے ان کی یکجا اشاعت مفید نہیں ہو گی بلکہ ان کو الگ الگ ترجمان سائز کے رسالوں کی صورت میں چھاپنا مناسب ہو گا۔
>
> نیز ان پر کتاب کے پیش نظر خاکہ کے لحاظ سے نمبر لگا دیے جائیں تاکہ بقیہ ابواب بھی رسائل ہی کی شکل میں چھپ سکیں اور بعد میں لوگ ان نمبروں کے لحاظ سے ان کو کتابی شکل میں ترتیب دے لیں۔''
>
> (سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۳۸)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اسی زمانے میں حکومتی سرپرستی میں ایسے ادارے بننے لگے جو عورتوں کی آزادی اور ملک میں ثقافتی تبدیلی کے علم بردار تھے۔ امین احسن نے ایسی باتوں کو خلاف شریعت اور معاشرے کے لیے تباہ کن سمجھا۔ چنانچہ لوگوں کو اس کے مضر نتائج سے آگاہ کرنے کے لیے ''قرآن میں پردہ کے احکام''، ''پاکستانی عورت دوراہے پر'' اور ''اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام'' کتابیں لکھیں۔ اسی طرح غیر اسلامی قانون سازی ہوئی تو اس پر دین کی روشنی میں تنقید کی۔ کراچی کے لاء کالج میں لیکچرز کے ایک سلسلے میں اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا۔ یہ لیکچرز آپ کی کتاب ''اسلامی قانون کی تدوین'' میں شامل ہیں۔

۱۹۵۳ء میں قادیانیوں کے خلاف تحریک میں امین احسن کو ڈیڑھ سال کے لیے جیل میں قید کر دیا گیا۔ اس دوران میں انھیں جماعتی مصروفیات سے فراغت میسر آئی تو انھوں نے اپنے ۳۰ سالہ قرآنی فکر کو مجتمع کیا۔ قرآن کی ہر سورت کا مرکزی مضمون متعین کیا۔ سورتوں کے مضامین کے لحاظ سے آیات کو مختلف پیروں میں تقسیم کیا۔ گویا اس اسیری میں ان کی تفسیر ''تدبر قرآن'' پر اساسی کام ہوا۔

جماعت کے زمانے کی خطابت

جناب جاوید احمد صاحب غامدی لکھتے ہیں:

''... وہ لوگ جو ''جماعت اسلامی'' سے تعلق کے زمانے میں، انھیں سنتے رہے ہیں، آج بھی ان کی خطابت کو یاد کرتے ہیں۔ بعض سننے والوں نے بتایا ہے کہ وہ خطابت کیا تھی، معلوم ہوتا تھا کہ دریا میں ہلکا ہلکا تلاطم آ گیا ہے، پہاڑوں میں کوئی چشمہ ابل رہا ہے، کوئی ندی ہے جو فرازِ کوہ سے وادیوں میں اتر کر اب میدانوں کی طرف رواں دواں ہے۔ ان کی زبان سے جو لفظ بھی نکلتا، سیدھا دل میں اتر جاتا تھا۔ وہ پیغمبرانہ اذعان کے ساتھ بولتے اور عہد عتیق کے خطیبوں کی یاد تازہ کر دیتے تھے۔ ان کی زبان پر استدلال بولتا اور ایمان نازل ہوتا تھا۔... ایک نامور صحافی نے بتایا کہ ککری گراؤنڈ کراچی میں وہ تقریر کر رہے تھے اور میں ان کی یہ تقریر لکھ رہا تھا۔ تقریر کے دوران میں ان کے منہ سے نکلا: ''اسلام فرماتا ہے۔'' وہ لمحے بھر کو رکے اور پھر یہ کہہ کر کہ اسے غلط نہ سمجھیے، فرمانے کا حق اگر ہے تو صرف اسلام ہی کو ہے، لفظ و معنی کا وہ بحر مواج پیدا کر دیا کہ میں دیکھتا رہا، سنتا رہا اور یہ بھول گیا کہ مجھے یہ سب کچھ لکھنا بھی ہے۔

دین کی دعوت وہ ہمیشہ اسی اذعان اور ایمان کی اسی حرارت کے ساتھ دیتے تھے۔''

(ماہنامہ اشراق، جنوری/فروری ۱۹۹۸ء، ۲۳)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ضیاءالدین اصلاحی لکھتے ہیں:

''جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے تو اس حلقہ کے سب سے بڑے مقرر وہی تھے۔ وہ کئی کئی گھنٹوں تک بولتے، مگر تسلسل اور حسن بیان میں فرق نہ آتا۔''(سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۱۵)

سیاست سے بے زاری

۱۹۵۱ء میں امین احسن نے جماعت اسلامی کے امیدوار کی حیثیت سے صوبائی انتخابات میں حصہ لیا، مگر اس میں ناکام رہے۔ اس ضمن میں ان کے شاگرد محمود احمد لودھی نے لکھا:

''اپنی ناکامی کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے کہ مولانا مودودی کی حکمت نے خود انھیں تو انتخابی اکھاڑے میں اترنے سے باز رکھا، لیکن مجھے میری مخالفت اور بے دلی کے باوجود اس میں جھونک دیا۔ انتخابی سیاست اور اس کے مزعومہ ثمرات سے ان کو کوئی خاص دل بستگی نہ تھی۔''(سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۹۷)

سلیم کیانی صاحب لکھتے ہیں:

''شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ امین احسن کو سیاست سے طبعی مناسبت نہ تھی۔ جماعت میں انتہائی سرگرم ہونے کے باوجود سیاست نے انھیں مزہ نہ دیا۔''(سہ ماہی تدبر، اپریل ۱۹۹۸ء، ۲۵)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

غامدی صاحب بتاتے ہیں:

''...۱۹۵۱ء کے انتخابات میں ''جماعت اسلامی'' نے انھیں الیکشن لڑنے کے لیے کھڑا کر دیا۔ وہ بتاتے تھے کہ میں نے بہت کہا کہ اس کام کے لیے مجھ سے زیادہ ناموزوں آدمی کسی ماں نے نہیں جنا، لیکن ''امیر المومنین'' نہیں مانے۔ طوعاً و کرہاً میں راضی ہوا تو ایک دن مجھ سے کہا گیا: حلقہ میں تقریر بھی کرنا ہو گی۔ میں گیا تو اپنی تقریر کی ابتدا میں نے یہاں سے کی کہ خواتین و حضرات، مجھ پر خدا کی اور اس کے فرشتوں اور اہل ایمان، سب کی لعنت ہو، اگر میں آپ سے ووٹ مانگنے کے لیے آیا ہوں۔ میں تو آپ کو یہ بتانے کے لیے آیا ہوں کہ ووٹر کی حیثیت سے آپ کے فرائض کیا ہیں۔ اس کے بعد، ظاہر ہے کہ وہ مجھے اس الیکشن میں کسی تقریر کے لیے بلانے کی حماقت نہیں کر سکتے تھے۔''(ماہنامہ اشراق، جنوری/فروری ۱۹۹۸ء، ۲۴)

محمد وسیم اختر مفتی

مہاجرین حبشہ

(۲۶)

[''سیر و سوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت عثمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ، نُبیہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

نسب نامہ

حضرت عثمان بن ربیعہ قریش کی شاخ بنو جمح سے تعلق رکھتے تھے۔ اہبان (وہبان: ابن حزم) بن وہب ان کے دادا اور حذافہ بن جمح سکڑ دادا تھے۔ حذافہ بن جمح کے پڑپوتے معمر بن حبیب زمانۂ جاہلیت میں اپنے قبیلے میں اہم مرتبہ رکھتے تھے۔ عام الفیل کے بیس برس بعد ہونے والی چوتھی جنگ فجار (یا فجار اکبر) میں داد شجاعت دیتے ہوئے انھوں نے جان دی۔ اس جنگ میں قریش اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔

قبولیت اسلام

حضرت عثمان بن ربیعہ دعوت اسلامی پر لبیک کہنے والے اولیں اصحاب میں شامل تھے۔

ہجرت حبشہ

وادی بطحا میں اسلام کا سورج طلوع ہوا تو ایمان لانے والے کم زور مسلمانوں پر ظلم و ستم کا لا متناہی سلسلہ

شروع ہو گیا۔ حضرت عثمان بن ربیعہ کے قبیلے بنو جمح کا امیہ بن خلف جو زمانۂ جاہلیت میں حاجیوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا، مستضعفین پر تشدد کرنے میں بازی لے گیا، اس کا خاص نشانہ اس کے اپنے غلام حضرت بلال حبشی تھے۔ ان حالات میں اہل ایمان کے لیے مکہ میں زندگی بسر کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ رجب ۵/ نبوی میں صحابہ کا ایک چھوٹا قافلہ حبشہ روانہ ہوا، اس کے بعد اسی سال شوال کے مہینے میں ایک بڑے قافلے نے حبشہ ہجرت کی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں: حضرت عثمان بن ربیعہ حبشہ کی ہجرت ثانیہ کا حصہ تھے۔ بنو جمح کے حضرت قدامہ بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مظعون، حضرت سائب بن عثمان، حضرت حاطب بن حارث، حضرت فاطمہ بنت مجلل، حضرت حارث بن حاطب، حطاب بن حارث، حضرت فکیہہ بنت یسار، حضرت سفیان بن معمر، حضرت حسنہ، حضرت جابر بن سفیان اور حضرت جنادہ بن سفیان بھی شریک ہجرت تھے۔

واقدی کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان بن ربیعہ کے بجاے ان کے بیٹے حضرت نُبیہ بن عثمان نے حبشہ ہجرت کی۔ بلاذری کی راے بھی یہی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور ابو معشر نے باپ بیٹا، دونوں کو مہاجرین حبشہ میں شمار نہیں کیا، جب کہ ابن جوزی نے ان دونوں کے نام مہاجرین کی فہرست میں شامل کیے ہیں۔ ابن کثیر نے ابن اسحٰق کی طرح حضرت نُبیہ بن عثمان کا ذکر نہیں کیا۔

وفات

حضرت جعفر بن ابو طالب ۷ھ میں حبشہ میں رہ جانے والے باقی مہاجرین کو دو کشتیوں پر سوار کر کے مدینہ لائے۔ ابن اسحٰق نے حضرت عثمان بن ربیعہ کو ان کا ہم سفر بتایا ہے، انھوں نے ان کی وفات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلاذری کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ربیعہ کے بجاے حضرت نُبیہ بن عثمان حضرت جعفر بن ابو طالب کے ساتھ حبشہ سے کشتی پر سوار ہوئے، لیکن دوران سفر میں سمندر ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔

بقیہ زندگی

حضرت عثمان بن ربیعہ کی باقی زندگی کی تفصیل اوراق تاریخ میں جگہ نہیں پا سکی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبد البر)، انساب الاشراف (بلاذری)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)۔

---

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت نعمان بن عدی رضی اللہ عنہ

قبیلہ اور خاندان

حضرت نعمان بن عدی مکہ میں پیدا ہوئے۔ان کے دادا کا نام نضلہ (شاذ روایت : نُضیلہ) بن عبد العزیٰ تھا۔ عو یج بن عدی ساتویں اور بانی قبیلہ عدی بن کعب آٹھویں جد تھے۔بنو عدی قریش کی شاخ تھی،اس لیے حضرت نعمان عدوی، قرشی کہلاتے ہیں۔ بنو عدی بنو ہاشم اور بنو امیہ جیسا مرتبہ نہ رکھتے تھے، لیکن جب ان میں علم و حکمت کا چرچا ہوا تو قریش کے قبائلی اور حربی تنازعات نمٹانے کی ذمہ داری انھیں سونپی گئی،اسے سفارت مفاخرت کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر جو بنو عدی کے اہم فرد تھے،اس منصب پر فائز رہے۔

بنو خزاعہ کے نعجہ بن خویلد (بعجہ بنت امیہ بنت خویلد : مصعب زبیری) کی بیٹی حضرت نعمان کی والدہ تھیں۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق نُعیم اور آمنہ حضرت نعمان کے بھائی اور بہن تھے، جب کہ مصعب زبیری اور ابن حزم ان کا ایک ہی بھائی امیہ بتاتے ہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قبول اسلام

ہجرت حبشہ کے وقت حضرت نعمان بن عدی کی عمر زیادہ نہ تھی۔ان کے حالات زندگی سے پتا چلتا ہے کہ ان کی شادی بھی حبشہ سے واپسی کے بعد ہوئی۔اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے والد کے ساتھ ایمان لائے۔

حبشہ کی ہجرت ثانیہ

حضرت نعمان اپنے والد حضرت عدی بن نضلہ کے ساتھ حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے۔بنو عدی کے حضرت معمر بن عبد اللہ اور حضرت عروہ بن ابو اثاثہ بھی ان کے ہم سفر تھے۔ابن اسحٰق اور ان کے متبعین نے حضرت نعمان بن عدی کو مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے، جب کہ ابن سعد نے ان کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے ان کی ہجرت کا ذکر نہیں کیا۔شاید یہی وجہ ہے کہ طبقات سے استفادہ کرنے والے ابن جوزی نے مہاجرین حبشہ کی فہرست میں حضرت نعمان بن عدی کا نام شامل نہیں کیا۔

عہد اسلامی کا پہلا وارث

حضرت نعمان بن عدی عہد اسلامی کے پہلے فرد تھے، جنھوں نے اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے والد

حضرت عدی بن نضلہ سے وراثت پائی۔ بلاذری کہتے ہیں کہ حضرت عدی کے دوسرے بیٹے حضرت امیہ بھی شریک وراثت تھے۔ ابن سعد نے حضرت عدی بن نضلہ کی تین اولادوں حضرت نعمان، حضرت نعیم اور حضرت آمنہ کا ذکر کیا اور صرف حضرت نعمان بن عدی کا وارث ہونا بتایا ہے۔ ایک شاذ روایت کے مطابق حضرت عمرو بن اثاثہ (حضرت عروہ بن ابو اثاثہ) دور اسلامی کے پہلے فرد تھے جن کی وراثت منتقل ہوئی، حالاں کہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔

حبشہ سے مراجعت

ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق حضرت نعمان بن عدی جنگ بدر (۲ھ) کے بعد اور حضرت جعفر بن ابوطالب کے قافلہ کی آمد (۷ھ) سے پہلے کسی وقت مدینہ پہنچے۔ وہ بنو عدی کے واحد فرد تھے جو مدینہ لوٹے، ان کے والد حضرت عدی بن نضلہ اور رشتے میں چچا حضرت عروہ بن ابو اثاثہ حبشہ میں وفات پا چکے تھے۔

ازدواج و اولاد

اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت نعمان بن عدی بنو عدی کے حضرت نُعیم بن عبداللہ نحام کی پرورش میں رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت نعیم بن عبداللہ سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو انھوں نے کہا: میں اپنا ماس خون یوں ہی ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ میرا ایک ناتواں بھتیجا ہے، اسے کوئی اپنی بیٹی نہیں دیتا، حالاں کہ بچی کی ماں حضرت عاتکہ بنت حذیفہ حضرت عبداللہ بن عمر سے نسبت کرنا چاہتی تھیں، مگر حضرت نعیم نحام نے اپنی پرورش میں رہنے والے یتیم حضرت نعمان بن عدی سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔

مصعب زبیری کہتے ہیں کہ حضرت نعمان بن عدی کے ہاں عبدالملک، صالح اور عاتکہ کی ولادت ہوئی۔ عاتکہ کا بیاہ عبدالعزیز بن حارث سے ہوا اور محمد نے جنم لیا۔ زبیری، ابن سعد اور ابن حزم کہتے ہیں: حضرت نعمان بن عدی کی اولاد زندہ نہ رہی۔

عہد فاروقی کی گورنری

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطاب نے اپنے قبیلے بنو عدی کے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہ دیا۔ حضرت نعمان بن عدی فرد واحد تھے جنھیں ان کی صلاحیتوں کی بنا پر انھوں نے بصرہ اور واسط کے درمیان، موجودہ ایران کی سرحد

پر واقع عراقی صوبے میسان کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت نعمان نے اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانا چاہا۔ وہ نہ مانیں تو انھوں نے بے شمار اشعار لکھ کر انھیں بھیجے، ان میں یہ بھی تھے:

فَمَن مُبْلِغُ الحَسْنَاء أَنَّ حَلِيلَهَا
بِمِيْسَانَ يُسْقى فِي زُجَاجٍ وَحَنْتَمِ

''موہنی حسینہ کو کون بتائے گا کہ میسان میں اس کے شوہر کو زمردیں صراحی سے بلوری جام بھر کر شراب پلائی جاتی ہے۔''

إِذَا شِئْتُ غَنَّتْنِي دَهَاقِينُ قَرْيَةٍ
وَصَنَّاجَةٌ تَحْدُوعَلَى كُلِّ مَيْسَمِ

''جب میرا من کرتا ہے، بستی کے دہقان مجھے نغمے سناتے ہیں اور جھانجنوں والی رقاصہ ہر بلند راہ پر اونچی لے میں گیت گاتی ہے۔''

إِذَا كُنْتَ نَدْمَانِي فَبالأَكْبَرِ اسْقِنِي
وَلا تَسْقِنِي بِالأَصْغَرِ المُتَثَلِّمِ

''اگر تو بادہ خواری میں میرا ندیم ہے تو مجھ کو بڑے جام سے پلانا اور ٹوٹے دندانوں والے چھوٹے پیالے سے نہ پلا دینا۔''

لَعَلَّ أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ يَسُوءُهُ
تَنَادُمُنَا فِي الجَوْسَقِ المُتَهَدِّمِ

''شاید امیر المومنین کو اس شکستہ محل میں ہمارا مے کشی کی محفل سجانا برا لگے۔''

ابن اسحٰق اور ابن سعد نے پہلے دو شعر اس طرح لکھے ہیں:

أَلَا هَلْ أَتَى الحَسْنَاء أَنَّ حَلِيلَهَا
بِمِيْسَانَ يُسْقى فِي زُجَاجٍ وَحَنْتَمِ
إِذَا شِئْتُ غَنَّتْنِي دَهَاقِينُ قَرْيَةٍ
وَرَقَّاصَةٌ تَجْثُو عَلَى كُلِّ مَنْسِمِ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بلاذری نے پہلے شعر میں 'فَمَن مُبْلِغُ' کے بجائے 'أَلَا أَبْلِغْ' اور دوسرے شعر میں 'مَيْسَم' کی جگہ 'مَنْسِم' (راہ: لسان العرب) نقل کیا۔ کسی لغت میں 'مَيْسَم' کا لفظ موجود ہی نہیں، اس کے بجائے 'مِيْسَم' ہے، جس کے معنی ہیں: داغ لگانے کا آلہ، حدیث میں ہے: 'وفي يده ميسم يسم إبل الصدقة' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ لگانے والا آلہ تھا، جس سے آپ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے) (بخاری، رقم ۱۵۰۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۳۲۵۵)۔ حسن و جمال، حریری نے 'مِيْسَم' سے چہرہ مراد لیا ہے۔ ایک غیر مشہور روایت سے جسے ابن اثیر نے نقل کیا ہے، عضو کے معنی اخذ کیے گئے ہیں۔ 'على كل ميسم من الانسان صدقة' (انسان کے ہر عضو پر صدقہ لازم آتا ہے) (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ۵/۱۸۶)۔ یہ تمام معنی اس شعر میں کسی طرح درست نہیں بیٹھتے، اس لیے ہم نے ابن اسحٰق، ابن سعد، مصعب زبیری اور بلاذری کا بیان کردہ 'مَنْسِم' اختیار کر کے ترجمہ کر دیا ہے۔

معزولی

حضرت عمر کے پوتے سالم بن عبد اللہ یہ اشعار گنگناتے رہے، حضرت عمر کو پتا چلا تو کہا: مجھے یہ اچھے نہیں لگے اور حضرت نعمان کو یہ خط لکھا: 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: حٰمٓ. تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ'، ''حٰمٓ'، اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کی جانب سے ہے جو زبردست، سب کچھ جاننے والا، گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑی قدرت رکھنے والا ہے'' (المومن ۴۰: ۱-۳)۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے کہا: ہو سکتا ہے، امیر المومنین کو یہ شعر برے لگیں۔ واللہ، واقعی مجھے یہ برے لگے ہیں۔ پھر انھوں نے حضرت نعمان کی معزولی کا فرمان جاری کر دیا۔

حضرت نعمان نے مدینہ پہنچ کر عذر پیش کیا: امیر المومنین، واللہ، میں نے شراب پی ہے، نہ مے کشی کی کوئی محفل سجائی ہے۔ میں تو شاعر ہوں، ایک خیال سوچا اور دوسرے شاعروں کی طرح نظم کر دیا۔ حضرت عمر نے کہا: میں سمجھتا ہوں، تم سچ کہہ رہے ہو، لیکن واللہ، اب تم کبھی بھی میرے عامل نہیں بنو گے، میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔

حضرت نعمان بن عدی فصیح تھے۔ اہل لغت نے ان کے شعر 'إِذَا كُنْتَ نَدْمَانِي' سے استشہاد کیا ہے اور ندمان کو ندیم کے معنوں میں لیا ہے۔

وفات

معزولی کے بعد حضرت نعمان بن عدی بصرہ میں رہے اور تمام معرکوں میں اسلامی افواج میں شامل رہے۔ انھوں نے ۳۰ھ (۶۵۰ء) میں بصرہ میں وفات پائی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن اسحٰق)، السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، نسب قریش (مصعب زبیری)، جمہرۃ انساب العرب (ابن حزم)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، انساب الاشراف (بلاذری)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

محمد ذکوان ندوی

حب الوطنی یا وطن پرستی

[مولانا ذکوان ندوی صاحب کا یہ مضمون بھارت میں وطن سے تعلق پر موجود کشمکش کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ اصولی بات بھی واضح ہوتی ہے کہ وطن سے تعلق کے فطری حدود کیا ہیں اور کہاں وہ دین و ایمان کے بالمقابل آجاتا ہے۔ ادارہ]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

(۱۵/ اگست ۲۰۲۳ء کے موقع پر 'کیمبرج انٹرنیشنل اسکول' (ای پی ایس) کے طلبہ اور اساتذہ کے سامنے کیے گئے ایک خطاب کا خلاصہ افادۂ عام کے لیے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ مصنف)

عربی کا ایک مشہور قول ہے: 'حبّ الوطن من الإیمان' (حب الوطنی ایمان کا ایک لازمہ ہے)۔ علماے حدیث کے نزدیک، یہ اگرچہ حدیث رسول نہیں، مگر وہ حدیث فطرت ہے، یعنی یہ بالکل ایک فطری چیز ہے کہ آدمی اپنے اندر وطن سے محبت کے درجے کا جذباتی تعلق محسوس کرے۔

بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا حب الوطنی اور اُس کے اظہار کے لیے اختیار کیے جانے والے مختلف طریقے، مثلاً قومی ترانہ گاتے وقت کھڑے ہونا، جیسی چیزیں شرک کا درجہ رکھتی ہیں؟

اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ حب الوطنی ایک دوسری چیز ہے اور وطن پرستی ایک بالکل دوسری چیز۔ دونوں کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ اگر ہم یہ فرق نہ کریں، تو ہمیشہ اِسی قسم کا فکری التباس (کنفیوژن) پیش آئے گا۔ وطن سے تعلق ایک فطری چیز ہے اور اِس تعلق کے اظہار کا طریقہ بھی بالکل فطری ہے۔ تاہم

حب الوطنی یا وطن پرستی کا مطلب اگر یہ ہو کہ وطن کو پرستش کا وہ درجہ دے دیا جائے جو صرف مالک کائنات کا حق ہے تو یقیناً کسی سچے مذہب کو ماننے والا ایک خدا پرست انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو خدا کا درجہ دے دے۔ ہمیشہ سے قائم خدا کا سچا اور ابدی دین (الدین القیّم) اِسی بات کی تعلیم دیتا رہا ہے کہ ہم اپنے ''تمام دل اور اپنی تمام جان'' سے صرف اور صرف اللہ پروردگار عالم سے محبت کریں اور اُسی کو اپنا الٰہ اور معبود تسلیم کریں۔

تاہم، حب الوطنی یا وطن سے تعلق اور اِس تعلق کے اظہار کو شرک قرار دینا بالکل ایک خلاف فطرت طریقہ ہو گا۔ اِس قسم کی موشگافی کے بجائے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دل و دماغ کا منصفانہ جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کہیں انھوں نے اپنے مال و اولاد، دنیا پرستی اور اپنی خواہشات کو اِس معبود کا درجہ تو نہیں دے رکھا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو اطمینان رکھیں، ان شاء اللہ وطن سے تعلق اور اِس تعلق کے اظہار کے فطری طریقے کبھی آپ کے لیے وہ چیز نہیں بن سکتے جسے آپ بطور خود ''شرک'' قرار دے رہے ہیں۔

اِس طرح کے معاملات کو جائز اور ناجائز جیسا مذہبی موضوع بنانا درست نہیں۔ اِس ذہنیت کو اسلام میں ایک قسم کی مذہبی ''دیوانگی'' (madness) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر چیز کو مخصوص قسم کے 'فقہی' اور قانونی نقطۂ نظر سے دیکھنا درست نہیں۔ اِسی طرح ہر چیز کو دین اور شریعت کا ''مسئلہ'' اور فتوے کا موضوع بنانا بھی کوئی مطلوب طریقہ نہیں۔ آثار صحابہ اور ارشادات رسول کے مطابق، اِس طرح کی روش محض ایک قسم کی مذہبی دیوانگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

اِس سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وفات: ۳۲ھ/ ۶۵۳ء) جیسے ایک جلیل القدر صحابی رسول جو 'علماے صحابہ' میں شامل ہیں، اُن کا ارشاد ہے: 'مَنْ أفتى الناسَ فِيْ كُلِّ ما يسئلونه عنه، فهو مجنون' (طبرانی، رقم ۸۹۲۴)، یعنی جو شخص ہر معاملے میں موشگافی اور فتویٰ طرازی کا طریقہ اختیار کرے تو یہ عقل مندی نہیں، بلکہ صرف دیوانگی کا ایک طریقہ ہو گا۔

حب الوطنی بالکل ایک فطری چیز ہے۔ چنانچہ واقعات سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل رہے تھے تو آپ بار بار حسرت ناک انداز میں مکہ کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتے اور فرماتے: 'وَاللهِ، إِنَّكِ لَخَيرُ أَرْضِ اللهِ، وَأَحَبُّ البلادِ إِلَى اللهِ، وَلَوْلَا أَنِّي ما أُخْرِجْتُ مِنْكِ، مَا خَرَجْتُ' (ترمذی، رقم ۳۹۲۵)، یعنی اے مکہ، خدا کی قسم، بے شک تو اللہ کی سب سے بہترین سرزمین اور اللہ

کے ہاں ایک محبوب ترین مقام ہے۔ اگر تیری قوم مجھے یہاں سے نکل جانے پر مجبور نہ کرتی تو میں ہرگز کبھی نکلنے والا نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس واقعے کو عموماً لوگوں نے ''فضیلتِ مکہ'' کے ہم معنی سمجھا ہے، مگر یہ درست نہیں، مکہ مکرمہ کی فضیلت اور اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، مگر یہ واقعہ اپنے وطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فطری اور جذباتی تعلق کو بتا رہا ہے۔

حب الوطنی کا تقاضا

حب الوطنی کا یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ ہم ملکی قوانین کی پاس داری اور اپنے حکمرانوں کا احترام کریں اور اِسی کے ساتھ اُن کی راست روی کے لیے بھی مسلسل دعاگو رہیں۔ ایک سچے محب وطن ہونے کی بنا پر ضروری ہے کہ ہم ملک کے لیے اپنا مثبت، تعمیری اور ہمہ جہتی کنٹری بیوشن دیں۔ ہم ملک کی ترقی، خوش حالی اور بقا و استحکام کے لیے ہر ممکن جدوجہد کریں۔ ملک کے لیے ہمارے جذبات واحساسات وہی ہوں، جسے ''ترانۂ ہندی'' (سارے جہاں سے اچھا، ہندوستاں ہمارا) کے خالق علامہ اقبال نے اپنے اِن لافانی الفاظ میں بیان کیا تھا:

ہو مرے دم سے یوں ہی، میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے، چمن کی زینت!

(۲۳/ اگست ۲۰۲۳ء)

www.javedahmadghamidi.com

نعیم احمد

اشاریہ ماہنامہ ”اشراق“۲۰۲۳ء

قرآنیات

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
جنوری	البیان: الاحزاب ۳۳: ۴۹-۵۲ (۵)	جاوید احمد غامدی	۹
فروری	البیان: الاحزاب ۳۳: ۵۳-۶۲ (۶)	〃	۱۳
مارچ	البیان: الاحزاب ۳۳: ۶۳-۷۳ (۷)	〃	۱۷
اپریل	البیان: سبا ۳۴: ۱-۹ (۱)	〃	۹
مئی	البیان: سبا ۳۴: ۱۰-۲۱ (۲)	〃	۷
جون	البیان: سبا ۳۴: ۲۲-۳۹ (۳)	〃	۸
جولائی	البیان: سبا ۳۴: ۴۰-۵۴ (۴)	〃	۱۴
اگست	البیان: فاطر ۳۵: ۱-۱۸ (۱)	〃	۹
ستمبر	البیان: فاطر ۳۵: ۱۹-۴۵ (۲)	〃	۱۰
اکتوبر	البیان: یٰسٓ ۳۶: ۱-۵۰ (۱)	〃	۷
نومبر	البیان: یٰسٓ ۳۶: ۵۱-۸۳ (۲)	〃	۸
دسمبر	البیان: الصافات ۳۷: ۱-۷۴ (۱)	〃	۸

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معارف نبوی

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
فروری	علامات قیامت (۳)	جاوید احمد غامدی/ ڈاکٹر محمد عامر گزدر	۲۰
مارچ	علامات قیامت (۴)	״	۲۲
״	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا بیان	جاوید احمد غامدی/ محمد رفیع مفتی/ محسن ممتاز	۳۹
اپریل	علامات قیامت (۵)	جاوید احمد غامدی/ ڈاکٹر محمد عامر گزدر	۲۱
مئی	لڑکپن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا	جاوید احمد غامدی/ محمد رفیع مفتی/ محسن ممتاز	۱۷
جولائی	علامات قیامت (۶)	جاوید احمد غامدی/ ڈاکٹر محمد عامر گزدر	۲۱
״	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گلہ بانی کرنا	جاوید احمد غامدی/ محمد رفیع مفتی/ محسن ممتاز	۳۲
ستمبر	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حلف الفضول میں شرکت	״	۲۱
نومبر	حج فرض یا حج نذر؟	حدیث سیل/ شاہد رضا	۱۶
دسمبر	بہترین نفل عبادت	״	۱۹

شذرات

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
جنوری	رسولوں پر نبیوں سے اضافی ذمہ داریاں	سید منظور الحسن	۴
فروری	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت رسالت (۱)	״	۴

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
مارچ	رؤیت ہلال کا مسئلہ	جاوید احمد غامدی	۴
〃	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت رسالت (۲)	سید منظور الحسن	۶
اپریل	روزہ	جاوید احمد غامدی	۴
〃	۱۲۳ اعتراضات کی ویڈیو سیریز کتابی صورت میں	سید منظور الحسن	۷
مئی	دین میں بحث و استدلال کے بنیادی اصول	〃	۴
جون	گالی کا جواب: گالی، شکایت یا خاموشی؟	〃	۴
جولائی	حج و عمرہ کی تاریخ	جاوید احمد غامدی	۴
اگست	عبادات اور تزکیۂ نفس (۱)	سید منظور الحسن	۴
ستمبر	عبادات اور تزکیۂ نفس (۲)	〃	۴
اکتوبر	اشراق: حرفے چند	طالب محسن	۴
〃	معنی در معنی	جواد احمد غامدی	۵
نومبر	دین داری	طالب محسن	۴
دسمبر	پاکستان کا سیاسی کلچر	〃	۴

نقطۂ نظر

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
جنوری	اللہ تعالیٰ کے لیے 'خدا' کے اسم کا استعمال	ابویحییٰ	۲۶
فروری	خاندانی منصوبہ بندی اور خدا کی رزاقیت: چند غلط فہمیوں کا ازالہ	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۴۶
اپریل	تعلیم کا کاروبار	〃	۳۸
〃	سود	عامر شیخ	۴۲
مئی	ہمارا تخلیقی اور تحقیقی انحطاط: اسباب و تدارک	محمد رضوان سلیم سندھو	۳۳
جون	والدینیت کے زعم میں والدین کی کوتاہیاں	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۴۱
〃	سوال کیسے اٹھایا جائے؟	خورشید احمد ندیم	۴۵
جولائی	تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کی مجوزہ حکمت عملی	سید منظور الحسن	۴۹

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
اگست	مذہبی اشرافیہ اور 'اسٹیٹس کو' کی پرستش	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۲۷
نومبر	کیا حضرت معاویہ نے سبِّ علی کا حکم دیا تھا؟	علامہ شبیر احمد ازہر میرٹھی / ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی	۴۷
″	فلسطین کا مقتل اور مذہبی مقدمات	خورشید احمد ندیم	۵۵

شخصیات

اکتوبر	حیات امین احسن (۱)	محمد بلال	۴۰
نومبر	حیات امین احسن (۲)	″	۳۵
دسمبر	حیات امین احسن (۳)	″	۴۸

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سیر و سوانح

جنوری	مہاجرین حبشہ (۱۵)	محمد وسیم اختر مفتی	۳۲
فروری	مہاجرین حبشہ (۱۶)	″	۵۱
مارچ	مہاجرین حبشہ (۱۷)	″	۵۱
اپریل	مہاجرین حبشہ (۱۸)	″	۴۸
مئی	مہاجرین حبشہ (۱۹)	″	۳۷
جون	مہاجرین حبشہ (۲۰)	″	۴۸
جولائی	مہاجرین حبشہ (۲۱)	″	۵۹
اگست	مہاجرین حبشہ (۲۲)	″	۴۲
ستمبر	مہاجرین حبشہ (۲۳)	″	۴۲
اکتوبر	مہاجرین حبشہ (۲۴)	″	۶۳
نومبر	مہاجرین حبشہ (۲۵)	″	۵۸
دسمبر	مہاجرین حبشہ (۲۶)	″	۵۸

مقالات

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
جنوری	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: قانون سیاست (۴)	ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر	۱۶
فروری	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: قانون سیاست (۵)	〃	۴۰
مئی	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: حدود و تعزیرات (۱)	〃	۲۴
جون	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: حدود و تعزیرات (۲)	〃	۱۵
〃	محبت رسول: اہمیت اور تقاضے	محمد ذکوان ندوی	۲۶
جولائی	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: حدود و تعزیرات (۳)	ڈاکٹر محمد عمار خان ناصر	۳۹
اگست	''میزان''—— توضیحی مطالعہ: حدود و تعزیرات (۴)	〃	۱۷
ستمبر	قرآن مجید میں اختلاط مرد و زن کے احکام (۱)	〃	۲۸
اکتوبر	قرآن مجید میں اختلاط مرد و زن کے احکام (۲)	〃	۲۲
نومبر	قرآن مجید میں اختلاط مرد و زن کے احکام (۳)	〃	۲۱
دسمبر	قرآن مجید میں اختلاط مرد و زن کے احکام (۴)	〃	۳۲

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اصلاح و دعوت

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
جنوری	دین داری یا مسلک پرستی	محمد ذکوان ندوی	۳۹
〃	بچوں کے ادب میں تشدد پسندی اور سفاکیت	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۴۱
فروری	تصور امت یا تصور مسلک	محمد ذکوان ندوی	۶۰
〃	اخلاقی پیمانے	خورشید احمد ندیم	۶۳
مارچ	اسکولوں میں فنون لطیفہ کی تدریس کی خامیاں	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۵۷
〃	شکر و امتنان	محمد ذکوان ندوی	۶۱
〃	فریب خوردگی	خورشید احمد ندیم	۶۴
اپریل	دعا اور اُس کی قبولیت	محمد ذکوان ندوی	۶۰

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
اپریل	مذہب اور عقل عام	خورشید احمد ندیم	۶۳
مئی	داعی اور رہنما یا خدا کا انتخاب	محمد ذکوان ندوی	۴۴
"	بچوں کی شخصیت سازی سے پرہیز اور ان کی ضروری فراغت	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۴۷
"	قافلۂ نوحہ گراں	خورشید احمد ندیم	۵۱
جولائی	دینی حمیت کیا ہے؟	"	۶۹
اگست	مسلک پرستی یا ہدایت کی تلاش	محمد ذکوان ندوی	۵۲
"	'حدیث عمار' اور جدید مبلغین اسلام	خورشید احمد ندیم	۵۵
ستمبر	'ابلۂ مسجد' اور 'تہذیب کا فرزند'	محمد ذکوان ندوی	۵۶
"	تربیت اولاد کے سلسلے میں دو اہم تنبیہات	ڈاکٹر عرفان شہزاد	۵۹
"	مذہبی حساسیت	خورشید احمد ندیم	۶۲
اکتوبر	نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت	"	۷۲
نومبر	اخلاص نیت	محمد رفیع مفتی	۶۵
"	اجتماعی بحران کا سبب	محمد ذکوان ندوی	۷۱
دسمبر	حب الوطنی یا وطن پرستی	"	۶۵

وفیات

جنوری	چار اموات	خورشید احمد ندیم	۶۰
اپریل	پروفیسر نجات اللہ صدیقی: ایک فکری مسافر (۱)	ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی	۶۷
مئی	والد محترم —— چند یادیں، چند باتیں	محمد حسن الیاس	۵۴
"	پروفیسر نجات اللہ صدیقی: ایک فکری مسافر (۲)	ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی	۶۰
جولائی	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	محمد ذکوان ندوی	۷۲
اگست	دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ	ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی	۵۹
ستمبر	عابد خستہ جاں	ڈاکٹر ساجد حمید	۶۶

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شمارہ	عنوان	مصنف	صفحہ
اکتوبر	پروفیسر حکیم الطاف احمد اعظمی	ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی	۷۵

مکالمہ

جنوری	محمد حسن الیاس سے ایک انٹرویو	علیزے نجف	۴۳

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

ماہنامہ ''اشراق'' کی اشاعت کئی دہائیوں سے جاری ہے۔ ''اشراق'' کی تاریخ بہت درخشاں ہے۔ اِس نے دین کی علمی خدمت کے کارہاے نمایاں انجام دیے ہیں۔ اِس نے دین کی اشاعت و فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ اِس نے اپنے قارئین کے شعوری افق میں نئے در وا کیے ہیں۔ اِس نے دین کے ساتھ وابستگی کو رواجی سے اٹھا کر شعوری اور قلبی بنایا ہے۔ شکست خوردگی کے آزار کا درماں بنا ہے۔ دین سے دوری کے اسباب کا سد باب کیا ہے۔ دین پر اعتماد کو بحال کیا ہے۔ غرض یہ کہ دین کی ہمہ جہت خدمت اِس کا منشور ہے۔

قارئین ہر جریدے کی زندگی کا سبب ہیں۔ جو لوگ ''اشراق'' کے ساتھ وابستہ ہیں، وہ اِس کے دست و بازو بھی ہیں۔ ''اشراق'' کی انتظامیہ توقع کرتی ہے کہ اِس کے قارئین اِس کی دعوت کے نقیب بھی بنیں۔

البیان

یہ قرآن مجید کا اردو ترجمہ ہے۔ آں سوے افلاک کے اِس شہ پارۂ ادب کا حسن بیان تو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ مصنف نے، البتہ اِس ترجمے میں یہ کوشش کی ہے کہ اِس کا مدعا نظم کلام کی رعایت سے اردو زبان میں منتقل کر دیں۔ تراجم کی تاریخ میں یہ اِس لحاظ سے پہلا ترجمۂ قرآن ہے کہ اِس میں قرآن کا نظم اُس کے ترجمے ہی سے واضح ہو جاتا ہے۔ اِس کے لیے مزید کسی شرح و وضاحت کی ضرورت نہیں رہتی۔

ترجمے کے حواشی زیادہ تر استاذ امام امین احسن اصلاحی کی تفسیر ''تدبر قرآن'' کا خلاصہ ہیں۔ مصنف کا نقطۂ نظر جن مقامات پر اُن سے مختلف ہے، وہ بھی کم نہیں ہیں۔ اہل نظر تقابلی مطالعے سے اُنھیں خود متعین کر سکتے ہیں۔ ترجمہ و تفسیر کی کتابوں میں ہر جگہ اِس کا اظہار ممکن نہیں ہوتا۔

امید ہے کہ نظم کلام کے ساتھ قرآن کے اسلوب بیان کا جلال و جمال بھی ارباب ذوق اِس ترجمے میں کسی حد تک جلوہ فرما دیکھ سکیں گے۔

میزان

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ کم و بیش ربع صدی کے مطالعہ و تحقیق سے مصنف نے اِس دین کو جو کچھ سمجھا ہے، وہ اپنی اِس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org